حضور امینِ شریعت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت و استاذِ زمن حضرت علامہ

الشاہ مفتی سبطین رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہٗ

کے پانچ خطبات کا حسین مجموعہ

خطباتِ امینِ شریعت

تالیف

خلیفۂ امینِ شریعت و تاج الشریعہ

ابو علوان محمد اشرف رضا قادری

چیف ایڈیٹر ''امینِ شریعت'' سہ ماہی

ناشر امینِ شریعت دار المطالعہ

بلودا بازار چھتیس گڑھ

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نبیرۂ حُجۃُ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مُفتیِ اعظمِ ہند رحمۃ اللہ علیہ

جگر گوشۂ مفسرِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مُفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام
کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ
کے لئے وزٹ کریں

www.muftiakhtarrazakhan.com

/muftiakhtarrazakhan
/muftiakhtarrazakhan1011
/muftiakhtarraza
+92 334 3247192

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

www.muftiakhtarrazakhan.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبیرۂ اعلیٰ حضرت و استاذ زمن، ہم شبیہ حضور مفتی اعظم، امین شریعت

حضرت علامہ مفتی سبطین رضا خان بریلوی نور اللہ مرقدہ

کے پانچ حسین خطبات کا مجموعہ

خطبات امین شریعت

مرتب

خلیفۂ امین شریعت و تاج الشریعہ

ابوعلوان محمد اشرف رضا قادری (چیف ایڈیٹر ''امین شریعت'' سہ ماہی)

ناشر:

امین شریعت دار المطالعہ، بلودا بازار چھتیس گڑھ

تقسیم کار: جیلانی مشن، ممبئی

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

نام کتاب	:	خطبات امین شریعت
مرتب	:	مولانا محمد اشرف رضا قادری
سن اشاعت	:	سنہ ۲۰۲۰ء
تعداد	:	۱۱۰۰
ناشر	:	امین شریعت دار المطالعہ، بلودا بازار چھتیس گڑھ
تقسیم کار	:	جیلانی مشن، ممبئی

{ملنے کے پتے}

امین شریعت دار المطالعہ، بلودا بازار چھتیس گڑھ

رابطہ:

7906961855 / 9837817726

جیلانی مشن، ممبئی

رابطہ:

9766163722 / 9594978611

شرفِ انتساب

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت امام اہل سنت

الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی

برادر اعلیٰ حضرت استاذ زمن

حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام

حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد حامد رضا خاں بریلوی

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند

حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی

شہزادۂ استاذ زمن استاذ العلماء

حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد حسنین رضا خاں بریلوی

جگر گوشۂ علامہ حسنین رضا خاں، شبیہ مفتیٔ اعظم ہند

حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد سبطین رضا خاں بریلوی

جانشین مفتیٔ اعظم ہند تاج الشریعہ قاضیٔ القضاۃ فی الہند

حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اجمالی فہرست

☆ محبت نبوی اور محبت کے تقاضے
☆ فضائل اولیائے کرام
☆ رضائے الٰہی اور خوف خداوندی
☆ دین پر استقامت اور اتباع شریعت
☆ جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تفصیلی فہرست

صفحہ	عنوانات	تقریر
۷	کچھ باتیں - مرتب کے قلم سے	
۱۴	**محبت نبوی اور محبت کے تقاضے**	پہلی تقریر
۱۵	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم گیر رحمت	
۱۶	عالم کسے کہتے ہیں	
۲۱	امت کے لیے مغفرت کی طلب اور دعائے نبوی	
۲۶	صحابیٔ رسول حضرت سفینہ کا ذکر جمیل	
۳۰	حیات نبوی اور علم غیب	
۳۱	اعمال صالحہ کی ترغیب	
۳۴	مستورات کو حجاب کی ترغیب	
۳۸	مصائب و آلام کے اسباب و علل	
۴۰	**فضائل اولیائے کرام**	دوسری تقریر
۴۱	صحبت صالح ترا صالح کند	
۴۳	اولیائے کرام کے فضائل وخصائص	
۴۵	ولی کسے کہتے ہیں	
۴۵	روز محشر اور اولیائے کرام	
۴۸	اولیائے کرام سے وابستگی	

تیسری تقریر	**رضائے الٰہی اور خوف خداوندی**	۵۱
	خوف الٰہی اللہ کی نعمت ہے	۵۴
	نکاح سنت نبوی ہے	۶۱
	سخاوت وفیاضی خدا کی رحمت ہے	۶۴
	سلطان محمود غزنوی اور ایاز کا واقعہ	۶۸
	خلیفہ ہارون رشید اور اس کی باندی کا واقعہ	۷۲
	اولیائے امت کی کثرت	۷۵
	دریا عبور کرنے کا واقعہ	۷۶
	حضور غوث اعظم کا حصول علم	۷۷
	غوث اعظم سے بدگمانی کا وبال	۷۹
	حضرت بہلول دانا اور خلیفہ ہارون رشید	۸۰
چوتھی تقریر	**دین پر استقامت اور اتباع شریعت**	۸۲
	خواجہ غریب نواز کا سفر ہند	۸۶
	حضرت جنید بغدادی اور اتباع شریعت	۹۴
	اعلیٰ حضرت کی استقامت اور دین پر ثابت قدمی	۹۶
	حضور خواجہ غریب نواز کا وصال	۹۸
پانچویں تقریر	**جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**	۱۰۰
دیگر	**مناقب وتضامین : ازمرتب**	۱۲۰

***

کچھ باتیں

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

عامۃ المسلمین تک اسلامی احکام ومسائل اور اسلامی فکر ونظر کو پہنچانے کے لیے تقریر وخطابت ایک اہم ذریعہ ہے۔بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے ہیں۔وہ کتب ورسائل سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ایسی صورت میں وعظ وخطابت ہی واحد ذریعہ ہے کہ وہ اس کے ذریعہ ناخواندہ طبقات اسلامی تعلیمات سے آگاہ وآشنا ہوسکیں۔

حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد سبطین رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور مفتیٔ اعظم ہند کے ایماء پر اپنی تبلیغی خدمات کے لیے چھتیس گڑھ کے علاقے کو منتخب فرمایا۔اس عہد میں اس ریاست کے مسلمان اسلامی تعلیمات سے زیادہ واقف وآشنا نہیں تھے،اس لیے حضور امین شریعت قدس سرہ العزیز نے خطیبانہ شان وشوکت کو برقرار رکھتے ہوئے بہت آسان طرز پر اور انتہائی سہل انداز میں عوام مسلمین کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے اپنی تبلیغی،تقریری،تعمیری وتحریکی خدمات کے ذریعہ ریاست چھتیس گڑھ میں انقلابی کیفیت پیدا فرمادی تھی۔جس کے عمدہ اثرات ونتائج دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک ریاست کی مذہبی خدمات انجام دیتے رہے۔

تقریر وخطابت بھی اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کے اہم ذرائع میں سے ہے۔خطابت کی فنی حیثیت بہت قدیم ہے۔میدان جنگ میں بھی خطبا اور شعرا نے

مجاہدین کے خون کو گرمایا ہے۔اس فن کی مدد سے بڑے بڑے معرکے سر کیے گئے ہیں۔ بے عمل اور غلط راہ پر چلنے والوں کو تقریر وخطابت نے راہ پر لگا دیا ہے۔ان کے اندر عملی جذبات کو برانگیختہ کیا اور انہیں عمل پر آمادہ کیا، پھر کم ہمت لوگوں نے بھی وہ کارنامے کر دکھائے کہ دنیا میں ان کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

آج بھی اہل سنت و جماعت میں جادو بیان مقررین وخطبا موجود ہیں۔ان کی توجہ کامل ہو جائے تو قوم کے اندر بہت کچھ سدھار ہو سکتا ہے، لیکن اب ہمارے خطبا و مقررین کی زیادہ توجہ قومی مزاج کی طرف ہوتی ہے، اور وہ دعوت دینے والوں کی خوشی و ناخوشی کا لحاظ زیادہ کرتے ہیں۔اس پریشان کن ماحول میں خطبا و مقررین آزادانہ طور پر اپنے دل کی باتوں کو پیش نہیں کر سکتے۔انہیں ہمہ وقت یہ خوف ستاتا ہے کہ اگر ہم نے اصحاب جلسہ کی گزارشوں پر دھیان نہیں دیا اور قوم نے ہمارے خطاب کو ناپسند کر دیا تو پھر آئندہ ہمیں یہاں مدعو نہیں کیا جائے گا۔

چوں کہ انہوں نے میدان خطابت کو ایک پیشہ کے طور پر اختیار کر لیا ہے، اس لیے وہ دین و مذہب کی صحیح تبلیغ واشاعت کی بجائے اپنے لیے ماحول سازی کرتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں تقریر وخطابت کو عوام الناس کی پسند نے بہت حد تک متاثر کر رکھا ہے۔اس بارے میں جلسہ و کانفرنس کے منتظمین کو بھی غور کرنا چاہیے۔

حضور امین شریعت قدس سرہ العزیز نے ایسے لوگوں کے درمیان تبلیغی وتقریری خدمات سرانجام دی تھیں، جو علم دین سے آراستہ نہیں تھے، اور اردو زبان کی مشکل عبارتیں اور جملے بھی ان کے لیے ناقابل فہم ہو سکتے تھے، اس لیے بہت سہل انداز میں آپ نے خطاب فرمایا۔اس مجموعہ سے چوں کہ ملک کے دیگر علاقوں کے قارئین بھی استفادہ کریں گے، اس لیے الفاظ وعبارات کی تصحیح میں اردو زبان وادب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔حسب ضرورت بعض مقامات پر کچھ حذف واضافہ بھی کیا گیا ہے۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کے تمام خطابات اور تقاریر محفوظ نہیں رہ سکیں۔

ابھی ہمیں صرف پانچ ہی تقاریر کا ریکارڈ دستیاب ہوسکا، جو افادۂ عامہ کے لیے سپرد قوم ہیں۔ مزید خطابات اگر کہیں محفوظ ہیں تو ان کو حاصل کرنے کی کوشش ہوگی۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے مشکل مسائل کو بھی محاکاتی انداز میں مثالوں اور حکایات کے ذریعہ پیش کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ آپ کی تقریروں میں معنویت اور مقصدیت پائی جاتی ہے۔ آپ موقع بموقع سامعین کو عمل صالح کے لیے ابھارتے ہیں اور آسان لب و لہجے میں انہیں عقائد حقہ کی تفہیم فرماتے ہیں۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ کو خانوادۂ رضویہ سے نسبی تعلق بھی ہے اور ان کے باطن میں مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ دینے کا جذبہ بھی وافر مقدار میں موجزن ہے۔ وہ اپنی تقریروں کے آغاز میں عام طور پر حضور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اشعار پیش فرماتے اور اس کے بعد اصل بحث کی جانب قدم بڑھاتے۔ سنت نبوی کی پابندی اور اسلامی تہذیب و معاشرت کی جانب لوگوں کو مائل کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ اپنے وعظ و خطاب میں سامعین کی پسند و ناپسند کا لحاظ نہیں کرتے، بلکہ قوم کے لیے جو فائدہ بخش امور ہوتے، وہ بیان فرماتے۔ آپ کے خطابات سامعین کو متاثر کرتے، اور سامعین کا ایک بڑا طبقہ آپ کے فرمودات اور نصیحتوں پر عمل کی کوشش کرتے، بلکہ آپ کی تبلیغی خدمات ہی کا یہ نتیجہ اور اثر ہے کہ آج ریاست چھتیس گڑھ اور اس سے منسلک صوبے مدھیہ پردیس، اڑیسہ، آندھرا پردیس، مہاراشٹرا جھارکھنڈ اور بہار کے مسلمانوں میں بہت کچھ تبدیلیاں نظر آرہی ہیں۔ آپ کے قدم کی برکتوں کو ریاست بھر میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے جس طرح قوم مسلم کو سنت و شریعت کی پابندی کا درس دیا، اسی طرح آپ خود بھی سنت نبوی اور شریعت اسلامیہ کے پابند تھے۔ یہ سلسلہ آپ کے عہد طفولیت سے شروع ہوا، اور تادم آخر آپ نے سنت و شریعت کا پاس و لحاظ رکھا۔ آپ کی حیات مستعار سنت مصطفوی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ پابندی شرع کے علاوہ آپ ان

خوبیوں سے بھی آراستہ اور مزین تھے، جو کمالات اور اخلاق و کردار کسی انسان کو ایک اعلیٰ انسان بنا دیتے ہیں۔ اس حقیقت سے وہ تمام لوگ واقف و آشنا ہیں، جنہوں نے حضور امین شریعت قدس سرہ العزیز کی زندگی کا کچھ حصہ پایا اور زندگی کے کچھ حصے میں انہیں حضرت کی رفاقت و معیت حاصل رہی۔

مجھے حضور امین شریعت قدس سرہ العزیز کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے ممدوح گرامی کی خدمت میں اپنی زندگی کے گیارہ سال گزارے۔ آپ کے شب و روز اور لیل و نہار دیکھا۔ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ میں نے ہمیشہ آپ کو شریعت اسلامیہ کی پیروی کرتے یکھا۔ آپ کو سنت نبوی کی پابندی کرتے دیکھا۔ ہم نے ان حقائق کو کسی کی زبان سے نہیں سنا ہے، بلکہ ان تمام کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

ہم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت نہیں کر سکے۔ آپ کی حیات کو ہم نہیں پاسکے، لیکن ہم نے انہیں پڑھا ہے۔ ان کی زندگی کی مختلف جہات کو کتابوں میں دیکھا ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان شریعت اسلامیہ کے احکام و آداب کے پابند اور انتہائی تقویٰ شعار تھے۔ ایسے متقی کہ ماضی قریب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ ملک کے بے شمار لوگوں نے ان کے تقویٰ و تقدس کو یکھ کر شریعت اسلامیہ کی پابندی اختیار کرلی۔ وہ اسلامی شریعت کے آئینہ دار تھے۔ ان کی کوئی مثال موجود ہے۔

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حضور امین شریعت، حضور مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کے عکس جمیل تھے۔ حضور امین شریعت کی اداؤں میں حضور مفتی اعظم کی زندگی کی جھلک نظر آتی تھی۔ آپ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تصویر مجسم تھے۔ آپ کی زندگی کی مختلف جہات میں حضور مفتی اعظم کے کردار کی خوشبو نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنی زندگی اسلام و سنیت کے فروغ و استحکام میں

صرف فرما دی۔ آپ نے بہت ہی سادگی کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔ حضور امین شریعت نے پچاس سال سے زائد مدت تک اسلام وسنیت کی خدمت سرانجام دی۔ احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ نبھاتے رہے۔ زندگی کی راحت وآسائش کے سامان وافر مقدار میں مہیا تھے۔ آپ چاہتے تو اپنی زندگی کو چین وسکون کے ساتھ گزار دیتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اپنی زندگی کا ہر لمحہ آپ نے خدمت دین کے لیے وقف فرما دیا تھا۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل کا نام ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو دین کے کسی کام میں مصروف رکھا۔

حضور امین شریعت دین کی ترویج واشاعت اور فروغ سنیت کے لیے آپ تگ ودو فرماتے رہے۔ آپ نے تنہا جو خدمات انجام دی ہیں، ہمارے لیے احتماعی طور پر بھی ویسی خدمات انجام دینا مشکل ہے۔

جب حضور امین شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کی آمد ریاست چھتیس گڑھ میں ہوئی تھی تو اس وقت یہاں کے حالات بہت عجیب وغریب تھے۔ اسلامی تعلیمات سے ناآشنائی کے سبب یہاں کے مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ تھے۔ غلط رسوم ورواج اور بدعات ومنکرات کی کثرت تھی۔ مسلمان مسجدوں میں نمازیں بھی ادا کرتے تھے، اور مندروں میں دیوی دیوتاؤں کو بھی سجدہ کرتے۔ یہ لوگ اسلامی تہوار، عید، بقرعید وغیرہ بھی مناتے تھے، اور قوم ہنود کے مذہبی تہواروں کا بھی جشن مناتے تھے۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے ان حالات کو ملاحظہ فرمایا اور ان بدعات ومنکرات کو دور کرنے کی فکر میں مشغول ہو گئے۔ رفتہ رفتہ آپ ان بدعات وخرافات کو دور کرتے گئے، تا آں کہ ان بدعات ومنکرات سے نجات حاصل ہوگئی، اور یہاں کے مسلمان اسلامی آداب واخلاق سے آراستہ ہو گئے۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے اپنے سامنے حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ کو رکھا۔ جب حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز

اجمیر شریف جلوہ گر ہوئے تھے، اس وقت تمام اطراف واکناف میں کفر وشرک کا ڈیرا تھا۔ کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں تھا۔ ہر چہار جانب سے مندروں کے گھنٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ کفروبت پرستی کے ایسے ماحول میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ وارد ہند ہوئے اور اپنی تبلیغی خدمات کے ذریعہ ان علاقوں کو اسلام کے نور سے منور فرمادیا۔

حضور امین شریعت نے بھی چھتیس گڑھ میں انتہائی ہمت وجرأت اور استقلال واستقامت کے ساتھ بدعتوں کو مٹانے کی سعی بلیغ فرمائی۔ یکے بعد دیگرے بدعتیں ختم ہوتی گئیں اور اسلامی روایات زندہ ہونے لگیں۔ آپ نے وہاں کے مسلمانوں کو اسلام کی صحیح شکل اور اسلامی احکام سے روشناس فرمایا۔ رب تعالیٰ کی کرم فرمائی شامل حال رہی، اور وہاں کے لوگ راہ حق پر آتے گئے۔ آج ان علاقوں میں جو اسلامی بہار نظر آتی ہے اور لوگ سنت وشریعت کے پابند نظر آتے ہیں۔ یہ حضور امین شریعت کی محنتوں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

آپ تقریر وخطابت اور رشد وہدایت کے لیے ملک کی مختلف ریاستوں میں تشریف لے جاتے۔ آپ کی یہ خصوصیت بھی یادرکھنے کے قابل ہے کہ جو ایک بار آپ کی زیارت سے سرفراز ہوجاتا، وہ اپنے گناہوں سے تائب ہوجاتا، اور فرائض وواجبات کا پابند ہوجاتا۔ وہ شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہوجاتا۔

حضور امین شریعت قدس سرہ العزیز نے کبھی بھی اصحاب ثروت وارباب دولت کے دربار میں حاضری نہیں دی، بلکہ بڑے بڑے اصحاب ثروت آپ سے شرف نیاز حاصل کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ ہمیشہ غریبوں کی جانب متوجہ رہے۔ ان سے ملاطفت فرماتے۔ انہیں دعائیں بھی دیتے اور ضرورت کے وقت ان کا مالی تعاون بھی فرماتے۔ آپ اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی غرباپروری کا درس دیتے۔

آپ کی زندگی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر کی آئینہ دار تھی:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضور امین شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کی مختلف جہات ہیں۔اس مختصر تحریر میں تمام گوشوں پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں۔آپ کے بہت سے حالات ''امین شریعت نمبر'' میں مرقوم ہیں۔ملک کے مشہور قلم کاروں نے ان کی حیات وخدمات کو رقم فرمایا ہے۔شائقین اپنی تشنگی بجھانے کے واسطے اس نمبر کا مطالعہ کریں۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ عوام وخواص میں بے حد مقبول تھے۔ملک بھر میں جلسوں اور کانفرنسوں میں مدعو کیے جاتے تھے۔آپ کا دورہ ملک کی مختلف ریاستوں میں جاری رہتا۔آپ ناصحانہ انداز میں عمدہ خطاب فرماتے تھے۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے بیعت وارادت کا فریضہ بھی انجام دیا۔بہت سے لوگ پیری مریدی کے شعبہ کو اپنے مادی فوائد کے لیے اختیار کرتے ہیں۔لوگ پیری مریدی کو ذریعہ معاش بنالیتے ہیں۔مریدوں کے رحم وکرم پر اپنے آپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ایسی صورت میں یہ لوگ اپنے مریدین کو پابندئ شرع کی بھی نصیحت وہدایت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ان کو اپنے مریدین کی ناراضگی کا بڑا خیال رکھنا ہوتا ہے۔عجب حال ہو چکا ہے۔

حضور امین شریعت قدس سرہ العزیز نے محض سلسلۂ طریقت کے فروغ اور مسلمانوں کو حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سلسلہ زریں سے منسلک کرنے کے واسطے اس میدان میں قدم رکھا تھا۔ہندو بیرون ہند میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں۔آپ کے خلفا کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔معتقدین کی بہت بڑی تعداد ملک و بیرون ملک میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کو حضور امین شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض وبرکات سے مستفید فرمائے:(آمین)

یا الٰہی کر دعا اشرفؔ رضا کی یہ قبول
تربتِ سبطین پر کھلتے رہیں رحمت کے پھول

✶✶✶

پہلی تقریر

محبت نبوی اور محبت کے تقاضے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔ یآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا: اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلــــہ وبارك وسلم - الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ-ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ-اما بعد! فقد قال اللہ تعالی فی کلامہ القدیم وقرآنہ العظیم -اَعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم :بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین الکریم ونحن علیٰ ذٰلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

سب سے پہلے ہم اور آپ اپنے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ادب و احترام ہدیہ درود وسلام پیش کریں:

اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارك وسلم

آغاز گفتگو سے پہلے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی ایک نعت کے

چند اشعار پیش کر رہا ہوں:

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد
مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمان سرائے محمد
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد
رضا پل سے اب وجد کرتے گذریے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد

درود شریف پڑھیے..........

اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و بارك وسلم

حضور اقدس ﷺ کی عالم گیر رحمت

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم مبارک کس قدر پیارا ہے۔ یوں تو نام بہت ہیں، لیکن نام پاک مصطفیٰ کی شان ہی الگ ہے۔ ایسا چمکتا دمکتا نام کہ پہلے اس نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا۔ آسمانوں پر آپ کا نام مقدس احمد ہے، اور زمین پر آپ کا اسم مبارک محمد ہے۔ جیسے آپ کا نام مبارک بے مثال و بے نظیر ہے، اسی طرح آپ کی شان مبارک بھی انتہائی بلند و بالا ہے۔ رب تعالیٰ نے اپنا تعارف پیش فرمایا اور اپنی شناخت بیان فرمائی تو ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہاں والوں کا۔ (کنزالایمان)

یعنی سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔
اور جب اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعارف کرایا تو ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

(سورہ انبیاء: آیت ۱۰۷)

ترجمہ: ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔ (کنزالایمان)
یعنی ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! عالم کتنے ہیں، اس کا علم حقیقی تو رب تعالیٰ ہی کو ہے۔ ہم اور آپ تو یہی جانتے ہیں کہ ایک عالم دنیا ہے اور ایک عالم آخرت، لیکن ان دو کے علاوہ بھی بہت سے عالم ہیں، جیسے عالم ناسوت، عالم لاہوت، اور نہ جانے کتنے عالم ہیں:

ع/ ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام عالموں کی پرورش فرمانے والا ہے۔

عالم کسے کہتے ہیں؟

اللہ کے سوا جتنے ہیں وہ سب عالم میں داخل ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، تارے، دریا، پہاڑ، آبشار، صحرا، وادیاں، انسان، حیوان، نباتات جمادات سب عالم میں داخل ہیں۔ زمینی مخلوق ہو یا آسمانی مخلوق ہو، سب عالم میں داخل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر ایک کا رب ہے؟ سب کا رب وہی ہے، سب کا پالنے والا وہی ہے۔ زمینی مخلوق ہو، یا آسمانی مخلوق۔ ساری مخلوقات کو پالنے والا وہی ہے۔ کیا رب تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی پروردگار ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا تصور اور معمولی سا خیال بھی دل میں لانا کہ اللہ کے سوا کوئی اور پالنے والا ہے، یہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پالنے والا ہے، اور تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔ ایک عالم نہیں، تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔

پہاڑ پر اگنے والے پودے ہیں تو اس کا رب بھی اللہ ہی ہے۔ وہی غذا دے رہا

ہے اور سمندر کی تہہ میں رہنے والی مچھلیاں ہیں، اس کو بھی غذا وہی پہنچا رہا ہے۔ زمین کے اوپر چلنے والوں کے لیے تو اللہ نے خود ارشاد فرمایا:

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا

(سورہ ہود: آیت ٦)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

(کنزالایمان)

زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں کہ جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رحم وکرم سے مخلوق کی روزی اور رزق کا معاملہ اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔ سب کو رزق اور غذا دینے والا وہی ہے۔ ہاں، کسی کو کم رزق ملتا ہے اور کسی کو زیادہ ملتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی مشیت ہے۔ کسی کو اتنا زیادہ عطا فرماتا ہے کہ انسانی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

(سورہ بقرہ: آیت ٢١٢)

ترجمہ: اور خدا جسے چاہے، بے گنتی دے۔ (کنزالایمان)

اللہ جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو کم رزق ملتا ہے تو اس میں بھی رب تعالیٰ کی کچھ مصلحت ہے۔ خداوندی حکمت ومصلحت کا صحیح علم خدائے تعالیٰ ہی کو ہے۔ الغرض ساری کائنات کا پروردگار اللہ ہی ہے، جس نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ رب تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ساری حمد اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اور اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

(سورہ انبیاء: آیت ۱۰۷)

ترجمہ: ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہاں کے لیے۔ (کنز الایمان)

یعنی ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا رب ہے، ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے لیے رحمت ہیں اور خدائے تعالیٰ ساری کائنات کا رب ہے تو ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں۔

خواہ وہ زمین کی مخلوق ہو یا آسمان کی مخلوق۔ پہاڑوں پہ بسنے والی مخلوق ہو یا سمندر کی تہہ میں رہنے والی مخلوق۔ مشرق میں رہنے والی ہو یا مغرب میں رہنے والی۔ شمال میں رہنے والی ہو، یا جنوب میں رہنے والی۔ کہیں کے رہنے والے ہوں، کسی ملک اور ملت کے لوگ ہوں، کہیں بھی بستے ہوں، کہیں بھی رہتے ہوں، ان تمام کے لیے ہمارے اور آپ کے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ رحمت ہیں۔

آپ کی رحمت رحمت عامہ ہے، رحمت تامہ ہے۔ پھر اس میں کسی طرح کا تفاوت اور فرق نہیں ہے۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ سب کے لیے رحمت ہیں۔ جس طرح آپ مردوں کے لیے رحمت ہیں، اسی طرح عورتوں کے لیے رحمت ہیں۔ جس طرح انسانوں کے لیے رحمت ہیں، ویسے ہی جانوروں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ جس طرح آپ حیوانوں کے لیے رحمت ہیں۔ اسی طرح پرندوں کے لیے رحمت ہیں۔ جس طرح زمینی مخلوق کے لیے رحمت ہیں، اسی طرح آسمانی مخلوق کے لیے رحمت ہیں۔ غرض یہ کہ ہر چیز آپ کی رحمت کے سائے میں زندگی گزار رہی ہے۔

جس رب کی ربوبیت کے دائرے میں مخلوق پل رہی ہے، اسی طرح اللہ کے

پیارے رسول آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا سایہ سب کو محیط ہے اور تمام عالم اور سارا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے سائے میں پل رہا ہے۔

درود شریف پڑھیے......

اللهم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آله و اصحابه و بارك وسلم

یہ سارے جہاں میں جو روشنی نظر آرہی ہے، یہ سب کچھ میرے اور آپ کے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کی برکت ہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے: ع

جہاں روشن است از جمال محمد

جہان روشن ہے جمال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

سرکار کی رحمت اپنوں کے لیے بھی رحمت ہے، اور غیروں کے لیے بھی رحمت ہے۔ جو آپ کو مانتے ہیں ان کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں اور جو نہیں مانتے ہیں، جو آپ کے منکر ہیں، ان پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت برس رہی ہے۔ ان کو بھی اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت شامل ہے۔ اب بھلا سوچئے کہ ایسی رحمت والے آقا، ایسے مہربان آقا کہ جن کے بارے میں قرآن ارشاد فرمارہا ہے کہ:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

(سورہ توبہ: آیت ۱۲۸)

(ترجمہ) بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے، وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان۔ (کنزالایمان)

رب تعالیٰ نے بہت وضاحت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و رأفت کا ذکر فرمایا۔ یہ بھی خیال رہے کہ آیت مقدسہ میں جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت

ومہربانی کا ذکر ہے،اسی طرح اس سے آپ ﷺ کے میلاد مبارک کا بھی ثبوت فراہم ہوتا ہے۔آپ کی ولادت مبارکہ کا تذکرہ بھی سنت الٰہیہ ہے۔

مسلمانو! بارہویں شریف میں سرکار کے میلاد پاک کا بیان ہوتا ہے۔ہم اور آپ سرکار کا میلاد نامہ پڑھتے ہیں تو اس میں سرکار کی ولادت مبارکہ کا ذکر ہوتا ہے،تو اس آیت کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لقد جاء کم رسول

تمہارے پاس ایک رسول تشریف لائے

من انفسکم

جو تمہیں میں سے ہیں

عزیز علیہ ما عنتم

ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا انتہائی گراں ہے

سبحان اللہ سبحان اللہ! دیکھو،کیسی آقا کی رحمت ہے کہ فرمایا گیا کہ تمہارا مشقت میں پڑنا،مصیبت میں پڑنا ان پر گراں ہے۔

حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم

مسلمانوں کو بے انتہا چاہنے والے،کمال کے مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے جہاں کے لیے رحمت ہیں،لیکن آپ کی مہربانیاں اور آپ کی رحمت خاصہ مسلمانوں کے لیے ہے۔

ذرا سوچو اور غور کرو،اگر ایسے چاہنے والے آقا،ایسی رحمتوں والے آقا کو ہم فراموش کردیں اور ان کے احکام سے ہم سرتابی کریں،ان کی نافرمانی کریں تو یہ کس قدر نادانی کی بات ہے۔کتنی بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

رحمت، رحمت عامہ ہے۔ آپ ﷺ سارے جہاں کے لیے باعث رحمت ہیں، لیکن بالمؤمنین رئوف رحیم فرما کر قرآن مقدس نے واضح فرما دیا کہ سرکار اپنی امت پر بہت مہربان اور انتہائی کرم فرمانے والے ہیں۔

امت کے لیے مغفرت کی طلب اور دعائے نبوی

مسلمانو! ہمارے رسول کیسے مہربان ہیں! ایسے مہربان ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارگاہ رسالت میں حاضر آئے اور آکر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! میں نے فلاں نبی کی امت کو جہنم میں دیکھا ہے۔ ہمارے رسول ﷺ نے دریافت فرمایا: اور، تو جبریل امین عرض گزار ہوئے کہ فلاں نبی کی امت کو جہنم میں دیکھا ہے۔ وہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام لیتے رہے، اور شمار کراتے رہے کہ فلاں نبی کی امت کو جہنم میں دیکھا، فلاں نبی کی امت کو جہنم میں دیکھا، اور یہ سب عرض کرنے کے بعد حضرت جبریل امین خاموش ہو گئے۔

کیوں کہ بلبل سدرہ، معلم الملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام مزاج شناس تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کو اپنی امت بہت پیاری ہے۔ اگر میں نے یہ کہہ دیا کہ سرکار میں نے آپ کی امت کو بھی جہنم میں دیکھا ہے تو سرکار مضطرب و پریشان ہو جائیں گے، بے چین ہو جائیں گے۔ اسی لیے یہاں آکر حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبان پر مہر سکوت لگ جاتی ہے۔

ادھر اللہ کے پیارے رسول منتظر ہیں، دریافت فرماتے ہیں کہ اور کس کو جہنم میں آپ نے دیکھا؟ جب سرکار نے بار بار فرمایا تو بادل ناخواستہ انہیں عرض کرنا پڑا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کی امت کو بھی جہنم میں دیکھا ہے۔

حضرت جبریل امین یہ عرض فرما کر سدرہ کی طرف منتقل ہو گئے، جو آسمانوں پر ان کا مقام ہے۔ ادھر اللہ کے پیارے رسول ﷺ مدینے کی آبادی کے باہر نکل جاتے

ہیں، اور کسی پہاڑ کی کھوہ میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور رونے لگتے ہیں، مضطرب اور بے چین ہو رہے ہیں، **بلک بلک کر رو رہے ہیں۔**

صحابہ کرام جو آپ ﷺ کے بے حد چاہنے والے اور رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔جن کا حال یہ تھا اور ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ دیکھتے رہیں اور ان کی اداؤں کو ملاحظہ کرتے رہیں اور ان کی پیاری پیاری باتیں سنتے رہیں اور ان کی سب سے بڑی آرزو اور تمنا یہی ہوتی تھی کہ رسول اللہ کی صحبت ہمیں ملتی رہے، سرکار کا دیدار ہمیں ہوتا رہے۔اور کیسے خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایمان کی نگاہوں سے دیکھا ہے اور ایمان ہی پر ان کی وفات واقع ہوئی۔صحابی وہی کہلاتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ کو ایمان کی آنکھوں سے دیکھا اور ایمان پر ان کی موت واقع ہوئی۔

اگر صرف دیکھنا کافی ہوتا تو ابو جہل نے بھی ہمارے رسول ﷺ کو دیکھا تھا۔ابولہب نے بھی دیکھا تھا۔دیکھنے کو تو عتبہ نے بھی دیکھا تھا اور دوسرے کفار و مشرکین نے بھی دیکھا تھا،لیکن صحابہ کرام کو ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔سرکار کی خدمتیں انہوں نے کی ہیں، سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کی پیاری پیاری باتیں سنی ہیں۔اس بنا پر ان کا مرتبہ اتنا بڑا ہے، اتنا بلند ہے کہ دنیا بھر کے تمام اولیائے کرام سے ان کا رتبہ بلند ہے۔بڑے سے بڑا ولی کیوں نہ ہو، لیکن ایک بھی سرکار کے صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔یہ اعزاز انہیں حاصل ہوا، اور یہ عزت انہیں ملی ہے تو صرف اس وجہ سے ملی ہے کہ صحابہ نے ایمان کی نگاہوں سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہے۔

درود شریف پڑھیے......

اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و بارك وسلم

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عاشقوں کا حال تو یہ تھا کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ہر لمحہ سرکار کی زیارت ہمیں ہوتی رہے۔ سرکار کی بارگاہ میں حاضر رہتے، ان کی پیاری پیاری باتیں سنتے اوران کی ایک ایک سنت پر عمل کرتے، اگر سرکار نے فرمایا کہ نماز پڑھو! تو انہوں نے نمازیں قائم کیں، اورایسی نماز پڑھی کہ آج ان کی نمازیں مثالی حیثیت رکھتی ہیں۔

شاید ہی ایسا کوئی دنیا میں نمازیں پڑھنے والا ہوگا جو صحابہ نے پڑھی ہیں۔ سرکار نے اگر فرمایا کہ روزے رکھو! تو انہوں نے روزے رکھے۔ سرکار نے فرمایا: زکوٰۃ دو، صحابہ نے زکوٰۃ دیئے، چنانچہ وقتاً فوقتاً کبھی نماز کا حکم آیا، کبھی روزے کا حکم آیا، کبھی حج کا حکم آیا، کبھی زکوٰۃ کا حکم آیا۔ وحی کی شکل میں حضرت جبریل امین لےکر حاضر ہوتے رہے، اوراللہ تعالیٰ کے احکام، اللہ کے پیغام سرکار کی زبان سے صحابہ تک پہنچتے رہے، اور صحابہ اس پر فوراً عمل کر لیتے۔

تعجب ہوگا آپ کو کہ وہ مدینہ، وہ مکہ کہ جہاں شراب نوشی کا عالم یہ تھا کہ لوگ رات دن شراب کے نشے میں مست رہا کرتے تھے، اپنے گھروں ہی میں شراب بنایا کرتے تھے۔ شراب کے بڑے بڑے مٹکے ان کے یہاں بھرے رہتے تھے۔

اہل عرب اس قدر شراب پینے والے تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی شراب پیتے تھے، اور زمانہ جاہلیت کے بعد بھی حرمت شراب سے قبل شراب پیتے تھے، اور پھر جیسے ہی شراب کے حرام ہونے کی آیت نازل ہوئی اور اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ آج سے شراب حرام ہے، اس دن سے صحابہ نے ایسی توبہ کی کہ پھر شراب کی ایک بوند تک کسی کے گھر میں باقی نہ رہی۔

بڑے بڑے مٹکے مدینہ منورہ کی نالیوں میں انڈیل دیئے گئے۔ گھروں میں شراب تھی وہ گلیوں میں انڈیل دی گئی۔ جن کے یہاں شراب تھی، سب کو باہر لا کر ڈال دیئے، اور مدینے کی نالیوں میں اور گلیوں میں شراب ہی شراب بہنے لگی۔ نالیوں میں پانی کی جگہ

شراب بہنے لگی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں نے اس حکم کو ایسا مانا کہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا ہے کہ ایک قطرہ شراب بھی ان کے گھروں میں ہو، یا حکم ممانعت کے بعد انہوں نے ایک قطرہ شراب پی ہو۔معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے اور چاہنے والے ایسے تھے۔یہ ایسے عاشقان رسول تھے کہ دنیا ان کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔

جب صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے چاہنے والے تھے تو بتاؤ کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے ان کے محبوب اور پیارے رسول ان کی نگاہوں سے غائب ہوجائیں تو ان کے دلوں پر کیا گزری ہوگی۔ان کی باطنی کیفیت کا عالم کیا ہوگا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر سن کر سارا مدینہ بیتاب ہوگیا، مرد بے چین ہیں، عورتیں بے چین ہیں کہ ہمارے آقا کہاں تشریف لے گئے؟ ہر چہار جانب لوگ تلاش کررہے ہیں، مدینہ منورہ کے اطراف واکناف میں لوگ منتشر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈ رہے ہیں۔آبادی کے اندر اور آبادی کے باہر ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش کیا جارہا ہے، لیکن کہیں اللہ کے رسول کا پتا نہیں چل رہا ہے۔

جب ساری آبادی چھان ڈالی گئی اور کہیں بھی اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ نہیں چلا، تین دن اسی فراق میں گزر گئے، اسی بیتابی اور اضطراب میں مدینے کی بستی میں اضطراب چھایا ہوا ہے۔لوگوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش جاری ہے۔

لیکن سرکار کہیں نہیں مل رہے ہیں، نہ ہی کہیں سے کوئی خبر مل رہی ہے۔انجام کار جب آبادی کے اندر نہیں مل سکے تو پھر صحابہ کرام نے جنگلوں کا رخ کیا، اور جنگل کی طرف نکل گئے کہ سرکار کہیں مل جائیں۔تلاش کرتے کرتے اتفاق ایسا ہوا کہ ایک چرواہے سے ملاقات ہوگئی جو بکریوں کو چرا رہا تھا۔اس چرواہے سے کسی نے پوچھا کہ اے چرواہے تم نے کسی ایسی شکل وصورت کا انسان دیکھا ہے کہ جس کی پیشانی اتنی بلند ہے، جس کی آنکھیں ایسی بھلی ہیں۔جن کا چہرہ انتہائی زیبا ہے، انتہائی روشن ومتبرک ہے،

درخشاں ہے ایسے چہرے والے کو، ایسی داڑھی والے کو، ایسے نقش ونگار والے کو تم نے کہیں دیکھا ہے؟

چرواہے نے کہا ایسی تو کوئی شخصیت میں نے نہیں دیکھی، لیکن ہاں! ایک عجیب بات میں یہ دیکھ رہا ہوں، اس پہاڑی کے اوپر ایک غار کے اندر سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ ایک رونے والا بلک بلک کر رو رہا ہے۔ اس انداز سے رو رہا ہے کہ اس کے رونے کا اثر میری بکریوں پر پڑ گیا ہے اور میری بکریوں نے چرنا چھوڑ دیا ہے۔

صحابہ کرام نے سمجھ لیا کہ ہو نہ ہو، وہ ہمارے اور آپ کے آقا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ صحابہ کرام دوڑتے ہوئے اس غار کی طرف چلے جاتے ہیں۔ دیکھا تو اللہ کے پیارے رسول سجدہ ریز ہیں اور خدا کی بارگاہ میں رو رو کر دعا فرما رہے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ-رَبِّ هَبْ لِيْ اُمَّتِيْ

یا اللہ! تو میری امت مجھے بخش دے، یا اللہ! تو میری امت مجھے بخش دے۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیتاب ہیں، رو رہے ہیں۔ گریہ وزاری فرما رہے ہیں۔ صحابہ کرام عرض کر رہے ہیں کہ اے ہم سب کے آقا! ہمارے ماویٰ وملجا! سجدے سے سر مبارک اُٹھائیے، پورا مدینہ بے چین ہے، بچہ بچہ بے چین ہے۔ ہر جوان و بزرگ بے قرار ہے۔ سب لوگ آپ کے فراق میں رو رہے ہیں۔ لوگوں نے کھانا چھوڑ دیا ہے۔ لوگوں نے پینا چھوڑ دیا ہے، لیکن سرکار مصروف دعا ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اور ربی ھب لی امتی کا ورد زبان مبارک سے جاری ہے۔

جب صحابہ کرام کامیاب نہ ہوسکے اور سرکار کی بارگاہ میں ان کی عاجزی کام نہ آئی تو انہوں نے سوچا کہ چلو: حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا کو لے کر آتے ہیں۔ وہ جگر گوشۂ رسول ہیں وہ اپنے ابا جان سے عرض کریں گی تو ضرور سرکار مان لیں گے، چنانچہ بعض صحابہ تشریف لے گئے اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں جا کے عرض کیا کہ ایسا

ایسا معاملہ ہے۔حضرت بی بی فاطمہ چادر سے اپنا سر ڈھک لیتی ہیں۔اپنا چہرہ ڈھانپ لیتی ہیں اور پردے کے ساتھ اپنے ابا جان کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں،اور دیکھ کر بے چین ہوجاتی ہیں، مضطرب ہوجاتی ہیں اور قدموں پر سر رکھ دیتی ہیں،اور عرض کرتی ہیں کہ یارسول اللہ! اپنا سر اُٹھائیے ورنہ قیامت سے پہلے ایک قیامت نمودار ہوجائے گی، اپنا سر مبارک اُٹھائیے۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت زیادہ درخواست کی تب اللہ کے پیارے رسول نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور فرمائے: میں اس وقت تک سر نہ اُٹھاتا جب تک کہ ایک ایک امتی کی بخشش کا سامان نہ کرلیتا (اوکما قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تو ایسے چاہنے والے آقا،ایسی رحمتوں والے آقا کہ جن کے متعلق فرمایا گیا:

بالمؤمنین رؤف رحیم

مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں اور مہربان

درود شریف پڑھیے......

اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ وبارک وسلم

ہمارے آقا مردوں پر بھی مہربان ہیں،عورتوں پر بھی مہربان ہیں۔بچوں پر بھی مہربان ہیں اور بڑوں پر بھی مہربان ہیں۔سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہمارے آقا ایسے مہربان ہیں کہ جہاں مصیبت کے وقت کسی نے ان کو یاد کیا،کوئی مصیبت میں ان کو پکارا ہے تو اس کی ساری مصیبتوں کے بادل چھٹ گئے ہیں۔

صحابی رسول حضرت سفینہ کا ذکر جمیل

حدیث مبارک میں ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ مجاہدین اسلام کا ایک لشکر کہیں جنگ میں جارہا تھا۔اس لشکر میں صحابی رسول حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔اتفاق ایسا ہوا کہ وہ راستہ بھٹک گئے،تنہا رہ گئے اور جنگل میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔کہیں پتا نہیں چل رہا

تھا کہ قافلہ کہاں نکل گیا، کہیں لشکر کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔اب حضرت سفینہ پریشان ومضطرب ہیں کہ کسی صورت سے قافلے کا پتہ چل جائے، اور ابھی اسی تلاش میں تھے کہ اچانک ایک شیر سامنے آگیا، جنگل کا شیر۔

ظاہر ہے کہ اگر جنگل میں کسی تنہا آدمی کو شیر مل جائے تو اسے کتنا خوف ہوتا ہے، کیسی دہشت ہوتی ہے، آدمی کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے، لیکن حضرت سفینہ جو غلام رسول ہیں، ایک عاشق رسول ہیں، وہ گھبراتے نہیں ہیں۔

جب شیر ان کے سامنے آیا تو انہوں نے یہ فرمایا:

يَا اَبَا الْحَارِثِ! اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلُ اللهِ

(المستدرک للحاکم جلد دوم ص ۶۷۵ - المکتبۃ الشاملہ)

اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں

برادران اسلام! یہاں یہ بات غور کرنے کی ہے، اور یہ توجہ دینے کے لائق ہے کہ حضرت سفینہ کو جب نام لینا تھا تو اللہ کا نام لیتے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔

اَنَا عَبْدُ اللهِ يَا اَبَا الْحَارِثِ

لیکن حضرت سفینہ نے رب تعالیٰ کا نام نہیں لیا، بلکہ رسول اللہ کا نام لیا، حالاں کہ حقیقی مددگار تو رب تعالیٰ کی ذات پاک ہی ہے۔آج یہ بات بہت زور وشور کے ساتھ اٹھائی جاتی ہے کہ مصیبت کے وقت رب تعالیٰ کو پکارنا چاہئے۔

ہاں، ایک عاشق رسول کو دیکھو۔ایک صحابی رسول کو دیکھو، وہ مصیبت کے وقت بھی اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے رہے ہیں، اور شیر کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں: (انا مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، یعنی میں حضور اقدس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

درحقیقت یہ عقیدت کی بات ہے۔یہ محبت کی بات ہے۔جب مصیبت بھی آتی ہے تو اپنے محبوب کا نام لینا صحابی کی سنت ہے۔رب تعالیٰ کی رحمت سے بھی امید ہے کہ

اپنے پیارے رسول کا ذکر سن کر اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمائے۔

ایک نکتہ یہاں یہ بھی ہے کہ جس نے رسول اللہ کو مان لیا، اس نے اللہ کو مان لیا۔ اسلام کو بھی مان لیا، صحابہ کو بھی مان لیا، تابعین کو بھی مان لیا، تبع تابعین کو بھی مان لیا، اولیائے کرام کو بھی مان لیا، امام اعظم ابوحنیفہ کو بھی مان لیا، اس نے غوث اعظم کو بھی مان لیا، انہوں نے اعلیٰ حضرت کو بھی مان لیا، انہوں نے مفتی اعظم کو بھی مان لیا۔ اسی لیے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

سبحان اللہ! سبحان اللہ! برادران اسلام! دنیا سے مسلمان کو اسی وقت جانا ہے جب وقت اجل آجائے۔ مسلمانو! انہیں جانو!، انہیں مانو! جو وہ فرمائیں، اس کی تعمیل میں لگ جاؤ۔ انہوں نے جو فرمادیا ہے، وہ حکم الٰہی ہے۔ ان کو دل وجان سے تسلیم کرو اور ان کے ہر حکم کے سامنے اپنا سر نیاز کو جھکادو۔ اسی کا نام تصدیق وتسلیم ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عاشق رسول تھے، سچے عاشق رسول تھے، وہ فرماتے ہیں کہ: ع

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

یہاں پر بہت سے نادان لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ دیکھو صاحب! یہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں مانا ، اللہ کو نہیں مانا ، انہیں جانا ، اللہ کو نہیں جانا ، نہ رکھا غیر سے کام ، یعنی اللہ سے بھی کام نہ رکھا۔ معاذ اللہ! صحابہ سے بھی کام نہیں رکھا، تابعین سے بھی کام نہیں رکھا، تبع تابعین سے بھی کام نہیں رکھا، اولیائے کاملین سے بھی کام نہیں رکھا۔ ع

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

جو لوگ ایسا اعتراض کرتے ہیں، وہ نادان ہیں۔ وہ دین کے حقائق سے ناآشنا ہیں۔ معاملہ وہی ہے جو میں نے عرض کیا کہ ان کو مان لیا تو سب کو مان لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے والا رب تعالیٰ کو بھی ماننے والا ہے۔ رسول اللہ کو وہی مانے گا جو مذہب اسلام کو مانے گا اور مذہب اسلام کو مان لیا تو جنت و دوزخ بھی مان لیا، قیامت وحشر کو بھی

مان لیا۔تمام انبیائے کرام کو بھی مان لیا۔

صحابہ وتابعین کو بھی مان لیا، اولیا ومحدثین کو بھی مان لیا۔غوث وخواجہ کو بھی مان لیا۔الغرض اس ایک رسول کو مان لیا تو سب کو مان لیا۔اسی لیے اسلامی کلمہ میں صرف اللہ اوراس کے رسول کے ماننے کا ذکر آتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ ورسول کو مان لیا تو سب کچھ مان لیا۔

اور اگر رسول اللہ کو نہیں جانا اور ان کو نہیں مانا، انہیں اپنے جیسا بشر سمجھا، اور ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھا کہ معاذ اللہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے، ان کے متعلق اگر یہ برا عقیدہ ہے کہ نماز میں ان کا خیال آجانا معاذ اللہ گدھے اور خچر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔تو سمجھ لو کہ پھر کچھ نہیں مانا۔رسول اللہ کو ایسا ماننا ہے، جیسا ماننے کا حکم قرآن حدیث میں آیا ہے۔اسی لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا: ؎

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

برادران اسلام! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیر کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ:

یا ابا الحارث! انا مولی رسول اللہ

اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔

ذرا سوچو کہ ایک حیوان اور وہ بھی درندہ جانور یعنی شیر سے حضرت سفینہ خطاب فرمارہے ہیں۔ایک درندہ جانور کسی انسان کی زبان کیا سمجھ سکتا تھا، لیکن یہاں ماجرا ہی کچھ عجیب ہے۔شیر نے جیسے ہی رسول اللہ کا نام سنا تو دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔سبحان اللہ! سبحان اللہ

اور پھر عالم یہ ہوا کہ اس نے حضرت سفینہ کی رہبری کی۔شیر نے ان کو راستہ دکھایا۔اب وہ شیر حضرت سفینہ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔آگے آگے حضرت سفینہ اور پیچھے

پیچھے شیر راستے میں چل رہا ہے۔نہایت ہی متانت وسنجیدگی اور فرمانبرداری کا مظاہرہ چلتے ہوئے شیر چل رہا ہے، اور جب مسلمانوں کا قافلہ مل جاتا ہے،تو پھر شیر اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت سفینہ کا نام سفینہ کیوں پڑگیا؟ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سرکار کے ساتھ چلا جارہا تھا۔مجاہدین اسلام بھی تھے،صحابہ کرام بھی تھے، جب قافلہ چلنے لگا تو صحابہ کرام کے پاس سامان زیادہ تھا۔

صحابہ کرام نے اپنا سامان سب اکٹھا کر کے چادر میں باندھا اور سارا سامان حضرت سفینہ کے سر پر رکھ دیا۔یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رکھے رہو اپنے سر پر اس لیے کہ تم سفینہ ہو۔"

محترم حضرات !سفینہ اس کشتی کو کہا جاتا ہے، جو سامان لاد کر لے جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سفینہ ہو، اور اسی روز سے ان کا نام سفینہ پڑ گیا۔حضرت سفینہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار کے فرمانے کا اثر یہ ہوا کہ میری طاقت اس روز سے اتنی بڑھ گئی کہ ایک دو نہیں، بلکہ سات اونٹوں کا بوجھ میں اپنے سر پر اُٹھا لیتا تھا۔

حیات نبوی اور علم غیب

ہمارے اور آپ کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہیں۔جو نہ مانتے نہ مانیں، لیکن ہم تو مانتے ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ کے محبوب ہیں، اللہ کے بعد ساری کائنات میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں، وہ اپنی حیات ظاہری میں جس طرح زندہ تھے، آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔ہم زندہ نبی کے ماننے والے ہیں۔وہ آج بھی اپنی حیات ظاہری کے ساتھ اسی طرح زندہ ہیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے ان کو کھانے پینے کوملتا ہے۔غرض یہ کہ زندگی میں ایک انسان کی جو ضروریات ہوتی ہیں، وہ سب میرے آقا کو مہیا ہیں۔رب تعالیٰ نے ساری نعمتیں انہیں عطا فرمادی ہیں۔

اللہ کے پیارے رسول کی شان یہ ہے کہ ساری کائنات کو اس طرح ملاحظہ فرما

رہے ہیں کہ جیسے رائی کا دانہ ہاتھ پر دیکھا جائے۔آج بھی سرکار کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ہم اور آپ یہاں ذکر رسول کر رہے ہیں۔ ہمارا ایمان، میرا وجدان کہہ رہا ہے کہ اللہ کے پیارے رسول یہ سب کچھ سماعت فرما رہے ہیں، اور سرکار کرم فرمائیں تو ہماری بخشش کا سامان بن جائے۔

مسلمانو! معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے اور ہم لوگ یہ سب کچھ عقیدہ رکھتے ہوئے بھی کتنے افسوس کی بات ہے، اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہم ایسا ماننے والے ہیں، اس کے باوجود، اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے فرامین کو نہیں مانتے اور ان کے حکم کو بھولے ہوئے ہیں۔

اعمال صالحہ کی ترغیب

نماز کو کہا جاتا ہے تو نماز پانچ وقت کی پڑھنا نصیب نہیں ہوتی۔اللہ کے پیارے رسول نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تو کتنے مسلمان ہیں جو روزہ رکھتے ہیں۔اللہ کے پیارے رسول نے زکوۃ دینے کا حکم دیا تو کتنے دولت مند ہیں جو صحیح معنوں میں زکوۃ ادا کرتے ہیں۔کتنے اہل ثروت ہیں جو حج کے لیے جا رہے ہیں۔ بھائیو! ہم کیسے ماننے والے ہیں۔

اللہ کے پیارے رسول نے فرمایا کہ داڑھیاں رکھو تو کتنے لوگ داڑھی رکھنے والے ہیں! ایک عرصہ ہو گیا آج میں غور کر رہا تھا۔ ہر محفل میں میں نے نگاہ دوڑائی تو بڑے بڑے بوڑھے لوگ جن لوگوں سے میں نے بار بار کہا ہے کہ تم داڑھیاں رکھو، لیکن آج بھی ان کے چہرے داڑھیوں سے صاف نظر آرہے ہیں۔

میرے بزرگو اور دوستو! داڑھی ایمانی نشان ہے۔ یہ غلاموں کی شان ہے۔ داڑھی تو ایسی سنت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول نے بار بار اس کی ترغیب فرمائی۔بار ہا اس کی تاکید فرمائی، لیکن مسلمان اس سنت سے غافل ہیں۔

مسلمانو! ہم رسول اللہ کے ماننے والے ہیں، رسول اللہ کے چاہنے والے

ہیں۔رسول اللہ کی غلامی کا دم بھرنے والے ہیں۔ ہمارا نعرہ ہے کہ:غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن داڑھی رکھنا ہمارے لیے ایسا مشکل کام ہوگیا، اور ایسی شرم محسوس ہوتی ہے کہ اگر کسی جوان سے کہا جائے کہ داڑھی رکھو تو اس کو شرم لگتی ہے۔ جوان تو جوان بوڑھے لوگ بھی نہیں رکھتے۔خدارا ذرا سوچو کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی ناراضگی تم مول لیتے ہو۔

کتنے سال ہو گئے مجھے یہاں آتے ہوئے، اور کوئی ایسا موقع نہ ہوگا کہ میں نے تمہیں تنبیہ نہ کی ہو، بتایا نہ ہو کہ خدارا داڑھیاں رکھو اور اپنے چہرے کو داڑھیوں سے سجاؤ۔ نبی کی سنت کو زندہ کرو۔آپ اسی محفل میں دیکھئے۔ یہ مختصر سی محفل ہے، لیکن اس میں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کی صحیح معنوں میں داڑھی ہے۔اگر کسی کی ہے بھی تو وہ کتری ہوئی ہے۔ایک مشت نہیں ہے۔داڑھی سنت رسول ہے۔داڑھی ٹھوڑی کے نیچے ایک مشت ہونی چاہیے۔

ذرا اندازہ لگاؤ کہ داڑھی رسول اللہ کی کیسی پسندیدہ سنت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی ایسے تھے کہ جن کی داڑھی میں صرف ایک ہی بال تھا، اور سرکار جب ان کو دیکھتے تو سرکار کے لبوں پر تبسم آجاتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے تھے۔سرکار کے لبوں پر مسکراہٹ آجاتی تھی۔

انہیں یہ خیال ہوا کہ شاید ایک بال ہونے سے سرکار تبسم فرماتے ہیں، لہٰذا انہوں نے ایک دن اس بال کو کاٹ دیا۔اس بال کو کتر دیا تو بارگاہ رسالت میں حاضری ہوئی تو اللہ کے پیارے رسول نے ان کو دیکھا تو وہ بال نظر نہیں آرہا تھا۔اللہ کے پیارے رسول نے اپنا رخ پھیر لیا، ان کے چہرے کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

دیکھو! داڑھی کا ایک بال اتنی قدر و منزلت رکھتا ہے کہ وہ ایک بال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا پسند تھا کہ سرکار ان کے چہرے کو دیکھتے تو سرکار کے لبہائے مبارک پر تبسم آ

جایا کرتا تھا اور جب انہوں نے داڑھی کا ایک بال منڈادیا تو سرکار نے اپنا رخ پھیر لیا، تو جو لوگ بالکل داڑھی نہیں رکھتے ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے کس قدر ناراض ہوں گے۔

جو لوگ میرے ہی تعلق سے داخل سلسلہ ہوئے ہیں۔ ان کو کم سے کم داڑھی کا احترام کرنا چاہیے۔ انہوں نے توبہ کی ہے میرے ہاتھ پر کہ ہم ہر واجب، ہر فرض، ہر سنت کو ادا کرتے رہیں گے، تو دیکھو رسول اللہ کی بہترین سنت داڑھی رکھنا بھی ہے۔ نہ نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں، اسی لیے تو لوگ گھبرا کر مرید ہو جاتے ہیں۔ جلسوں میں اعلان ہوتا ہے کہ مسلمانو! مرید ہو جاؤ تو لوگ مرید ہو جاتے ہیں کہ مرید ہو جائیں گے تو توبہ ہو جائے گی۔ گناہوں کی بخشش ہو جائے گی۔

مسلمانو! بیعت و ارادت میں کیا ہوتا ہے۔ توبہ ہی تو ہوتی ہے۔ یہ عہد کرنا پڑتا ہے، یہ وعدہ کرنا پڑتا ہے کہ ہم تمام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، ہم نماز و روزہ کی پابندی کریں گے۔ رسول اللہ کی ہر ہر سنت کو مانیں گے۔ واجب اور فرض کو مانیں گے۔ رسول اللہ کے دشمنوں سے نہیں ملیں گے، لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ بہت کم لوگ اس طرف راغب ہوتے ہیں۔ بیعت و ارادت کی صحیح برکتیں اسی وقت ظاہر ہوں گی، جب ان احکام اور ان وعدوں پر عمل کیا جائے۔

آج کل تو پیروں کا بھی عالم یہ ہو گیا کہ نہ نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں، اور ایسے پیر لوگوں کو پسند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی جہنم کی طرف جا رہے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اصلاح اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلمانو! تم داڑھیاں رکھو اور نمازیں پڑھو، پابندی اختیار کرو، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی امت کو بہت چاہنے والے ہیں اور اپنی امت سے بہت محبت کرنے

والے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کتنی پیاری ہے کہ ہر ہر موقعہ پر سرکار نے امت کو یاد رکھا ہے۔ساری زندگی امت کے غم میں روتے ہوئے گزار دی ہے۔

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اپنے رسول کو بھولے ہوئے ہیں۔ مرد بھولے ہوئے ہیں۔عورتیں بھی رسول اللہ کے احکام کو بھولی ہوئی ہیں۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ایک سنت پر عمل کریں۔احکام شریعت کی پابندی کریں۔

مستورات کو حجاب کی ترغیب

محترم حضرات! آج مسلم عورتیں پردے سے آزاد ہو چکی ہیں۔بڑے گھر کی عورتیں ہوں یا غریب گھر کی عورتیں،سب بے حجاب شہروں میں،گلیوں میں،بازاروں میں،بسوں میں،ٹرینوں میں بے پردہ نظر آتی ہیں۔خدارا! ذرا دیکھو تو کیا عالم ہو چکا ہے۔کیا یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک صحابی رسول آتے ہیں اور آپ سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔وہ اجازت پاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانہ اقدس میں آتے ہیں۔وہ آنکھوں سے معذور ہیں۔حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے پردہ نہیں کرتی ہیں۔

جب وہ صحابی چلے جاتے ہیں تو اللہ کے پیارے رسول نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔وہ عائشہ جو رسول اللہ کی چاہنے والی بیوی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے۔ان سے فرماتے ہیں کہ عائشہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم نے ان سے پردہ نہ کیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یارسول اللہ! وہ تو نابینا ہیں۔اس پر سرکار نے جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''وہ نابینا ہیں،لیکن تم تو اندھی نہیں ہو۔''

دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیاری چاہنے والی بیوی سے کس طرح خطاب فرما رہے ہیں، اور کتنی ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں کہ تم تو اندھی نہیں ہو۔

مسلمانو! آج کا عالم یہ ہے کہ عورتیں دھیان ہی نہیں دیتیں کہ پردہ بھی کوئی چیز ہے۔ قرآن مجید عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے:

وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی

(سورہ احزاب: آیت ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی پردگی۔ (کنزالایمان)

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے گھروں میں قرار پکڑیں۔ عہد رسالت میں جب تک پردہ نہیں تھا، تو عورتیں بھی مسجد آتی تھیں اور جماعت میں بھی شریک ہوتی تھیں، اور جس دن سے آیت کریمہ نازل ہوئی اور پردے کا حکم عورتوں کو دیا گیا تو کوئی عورت بے پردہ نہیں آتی تھی۔ وہ زمانہ تو خیر القرون کا زمانہ تھا۔ سب سے بہترین زمانہ تھا۔ خود اللہ کے پیارے رسول وہاں موجود تھے، اس زمانے سے لے کر آج تک بھی بہت سی جگہوں پر پردہ کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے اور آج سے دس بیس سال پہلے ایسا پردہ تھا کہ یوپی کے علاقوں میں کوئی عورت آپ کو دروازے پر نظر نہیں آتی تھی۔

باہر سے آنے والا آدمی اگر گھر کے دروازے پر دستک دیتا تھا تو اگر اس گھر میں مرد نہیں ہے تو جواب نہیں مل سکتا۔ جہاں پر پردہ ہے وہاں بفضلہ تعالیٰ آج بھی یہی عالم کہ وہاں آج بھی کسی عورت کی آواز باہر نہیں آئے گی۔ پردہ ہو تو ایسا ہونا چاہیے۔ لیکن بہت سے مقامات پر ماحول بدلتا جا رہا ہے اور شرم و حیا کا مادہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ حیا ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ کے پیارے رسول نے ارشاد فرمایا:

اَلۡحَیَاءُ شُعۡبَۃٌ مِّنَ الۡاِیۡمَانِ

(شعب الایمان للبیہقی جلد اول ص ۱۳۱: المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔ مرد ہو یا عورت، ہر ایک کے لیے حیا کا حکم ہے۔ مردوں کے لیے حکم ہے کہ وہ غیر عورتوں پر نگاہ نہ ڈالیں اور عورتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔

لیکن آج حالات بدلتے جارہے ہیں۔ آج تو پردے کی پابندی بھی ختم ہوتی جارہی ہے۔ ہر حکم کو ٹھکرایا جارہا ہے، ہر حکم سے سرتابی کی جارہی ہے۔ دنیا کا ایک غلام اگر اپنے آقا کا فرماں بردار ہوتا ہے تو وہ اپنے آقا کا کتنا پیارا ہوتا ہے۔

غلام مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک غلام ایسا ہوتا ہے جو آقا کے ہر حکم کو مانتا ہے اور اس کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے، اور ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ اپنے مالک کو کتنا پیارا ہوتا ہے، بلا تشبیہ یوںہی سمجھو کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی چاہتے ہو تو ان کے ایسے غلام بن جاؤ کہ جس کو انہوں نے کہا ہے اس کو مانو! اور جس سے انہوں نے باز رکھا ہے، اس سے باز رہو، کیوں کہ ان کی شان یہ ہے کہ قرآن نے فرمایا کہ جو وہ تمہیں دیں تم اسے لے لو اور جس سے باز رکھیں اس سے باز رہو۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(سورہ حشر: آیت ۷)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں، وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو۔ (کنزالایمان)

پیارے مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جن کا ادب واحترام ہمارے لیے لازم وضروری ہے، عورتیں بھی ان کا ادب واحترام کرتی ہیں، لیکن کبھی انہوں نے غور کیا کہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پردہ کیسا پردہ تھا۔ ایسا پردہ تھا، ایسا پردہ تھا کہ ان کو ننگے سر کبھی آسمان نے بھی نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت جہاں مردوں کے لیے ہے، وہیں خاص رحمت

عورتوں کے لیے بھی ہے، بلکہ عورتوں کو تو خاص احسان ماننا چاہیے کہ اللہ کے پیارے رسول نے عورتوں کو ایک نئی زندگی عطا فرمائی ہے، ورنہ زمانہ جاہلیت کا حال یہ تھا کہ جب لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اسے پیدا ہوتے ہی عرب کے لوگ زندہ دفن کر دیا کرتے۔

یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی تعلیم سے اور سرکار کے منع فرمانے سے لوگ اس حرکت سے باز آ گئے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آج تک یہی چلا آتا کہ لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے۔

محترم حضرات! عورتوں پر بڑا احسان ہے میرے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا۔ عورتوں پر رسول اللہ ﷺ کی خاص رحمت ہے۔ جہاں ہمارے رسول ﷺ مردوں کے لیے رحمت ہیں، وہاں عورتوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔

میرے دوستو، بزرگو! اللہ کے پیارے رسول ایسی رحمت ہیں کہ کیسی ہی سخت مصیبت کا وقت ہو، کیسی ہی بڑی پریشانی کی نوبت آ جائے، جہاں (یارسول اللہ) کا نعرہ لگایا، (یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ) کہہ کر پکارا، اللہ کے پیارے رسول کو سچے دل سے یاد کیا ، ویسے ہی ساری مصیبتوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ ساری پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ مشکلات ختم ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ کے صدقے میں ان کے چاہنے والوں کو بھی یہی رفعت و بلندی اور یہی عزت و کرامت نصیب ہوئی کہ جب ان کا نام لیا جائے اور جب ان کو پکارا جائے تو مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔ مشکلات کافور ہو جاتی ہیں اور پریشانیاں آسانیوں میں بدل جاتی ہے۔

پیران پیر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال ہے کہ جہاں (یا غوث المدد) کہہ کر پکارا ہے تو مصیبتیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

برادران اسلام! تو معلوم ہوا کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ سراپا رحمت

ہیں۔سب کی مصیبتوں کوٹالنے والے ہیں سب کی پریشانیوں کودور کرنے والے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کواپنے خزانے کی کنجیاں دے دی ہیں۔جس کو جو چاہتے ہیں عطافرماتے ہیں۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمیں اورآپ کواپنے آقا ومولیٰ کاسچاوفادار اور غلام بنادے۔عورتیں بھی سرکار کے فرامین پرعمل کریں اورمرد بھی ان کے حکم کی تعمیل کریں اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں۔روزے رکھیں،اپنے چہرے کو داڑھیوں سے مزین کریں۔اورتمام شیطانی وسوسوں کودل سے دور کردیں۔اللہ اوراس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات پرعمل کریں۔

مصائب وآلام کے اسباب وعلل

آج خوف خدادلوں سے نکل چکاہے۔نہ اللہ کے احکامات پرعمل ہورہاہے۔نہ رسول اللہ کے احکامات پرعمل کیاجارہاہے۔اسی سبب سے آج قوم مسلم مصیبتوں میں، پریشانیوں میں مبتلاہوچکی ہے۔دشمنان اسلام مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہوچکے ہیں۔ہر چہار جانب سے مسلمانوں پر یلغار ہورہاہے۔آج اسلام مخالف قوتیں ہرطرف سے مسلمانوں کوگھیرے میں لے رہی ہیں۔لیکن مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھل رہی ہیں۔ اللہ اوراللہ کے رسول کے احکامات پرعمل نہیں کرتے۔مصیبتوں کے اسباب تلاش نہیں کرتے۔صرف شکایت کرتے ہیں۔کیامسلمانوں نے کبھی سوچاکہ ان مصائب وآلام اورمشکلات کاسبب کیاہے۔ہم کیوں پریشانیوں میں گھرتے چلے جارہے ہیں۔

مسلمانو!اس کاسبب اللہ ورسول کی نافرمانی ہے۔رب تعالیٰ قرآن مجید میں ارشادفرماتاہے:

وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ

(سورہ شوریٰ: آیت ۳۰)

ترجمہ:اور تمہیں جو مصیبت پہنچی،وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔(کنزالایمان)

مسلمانو! آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری مصیبتیں تمہارے عمل کا نتیجہ ہوتی ہیں۔تمہیں جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ بہت سے بندوں کو بخش دیتا ہے۔بہت سی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔اسی طرح بندگان الٰہی کبھی گرفت میں بھی آ جاتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ بہت سی پریشانیاں اور مصیبتیں صرف اس وجہ سے آتی ہیں کہ ہم اللہ ورسول کے فرامین وارشادات پر عمل نہیں کرتے ہیں،اور اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ہم سرکار کے دل کو دُکھاتے ہیں۔

مسلمانو! سرکار کی روٹھی ہوئی رحمتوں کو اگر منانا چاہتے ہو،اور اپنی حالت کو سدھارنا چاہتے ہو،دنیا اور آخرت کی بہار چاہتے ہو،یہاں بھی عزت چاہتے ہو،اور وہاں بھی وقار چاہتے ہو تو اللہ کے پیارے رسول کا دامن سچائی کے ساتھ پکڑلو،اور اپنی حالت اس طرح بنالو کہ: ؎

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

یہ تمام اولیائے کرام،خواہ وہ صحابہ کرام ہوں یا تابعین۔تبع تابعین ہوں،یا ائمہ مجتہدین۔تمام اولیا اور علما ومحدثین،فقہا ومفسرین تمام نے رسول اللہ کو مانا اور جانا ہے۔کیا غوث اعظم نے نہیں مانا۔ضرور مانا ہے۔حضور غوث اعظم تو سرکار کے نور نظر ہیں۔آل رسول ہیں۔حسنی وحسینی سید اور نجیب الطرفین ہیں۔سرکار کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔انہوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا مانا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ:

''میرا ہر قدم رسول اللہ کے نقش قدم پر ہے''

وما علینا الا البلاغ:وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

***

دوسری تقریر

فضائل اولیائے کرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔یآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیـــــــــــہ وسلموا تسلیمًا:

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارک وسلم

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا من سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ-ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ-اما بعد! فقد قال اللہ تعالی فی کلامہ القدیم وقرآنہ العظیم -اَعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم::بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین الکریم ونحن علیٰ ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

سب سے پہلے ہم اور آپ اپنے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ادب واحترام ہدیہ درود وسلام پیش کریں:

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارک وسلم

وہ ہیں محبوب حق کونین میں ہے احترام ان کا
یہاں بھی فیض عام ان کا وہاں بھی فیض عام ان کا

نماز ان کی درود ان کا دعا ان کی سلام ان کا
وہ دیوانے جو ہر سانس میں لیتے ہیں نام ان کا
محمد کاشف راز الٰہی بن کے آئے ہیں
کلام اللہ کی تفسیر ہیں حسن کلام ان کا
وہ مالک ہیں اللہ نے انہیں مالک بنایا ہے
جبھی تو لکھ دیا دروازۂ جنت پہ نام ان کا

درود شریف پڑھیے......

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارک وسلم

صحبت صالح ترا صالح کند

دوستی بھی کیا چیز ہے۔نیکوں کی دوستی آدمی کو نیک بناتی ہے،اور بروں کی دوستی برا بناتی ہے۔ایک دوستی ایسی بھی ہوئی کہ ایک تالاب میں ایک مینڈک رہا کرتا تھا۔اور اسی تالاب کے کنارے ایک چوہا بھی رہتا تھا۔آپس میں ان کی دوستی ہوئی۔جب دوستی ہوگئی تو مینڈک تالاب کے کنارے پر آجاتا اور چوہا اپنے بل سے باہر نکل آتا اور دونوں میں گفت وشنید ہوتی۔باتیں ہوا کرتیں۔

ایک دن چوہے نے مینڈک سے کہا کہ بھئی تم تو تالاب میں رہتے ہو،اور میں سوراخ میں رہتا ہوں۔اگر کبھی کسی کو ضرورت محسوس ہو،اور فوراً ملنا ہو تو کیسے ایک دوسرے کو خبر کر سکتے ہیں؟ تو آپس میں یہ طے کیا کہ ایک دھاگہ لے لیا جائے اور اس کا ایک سرا تم اپنی ٹانگ میں باندھ لو اور دوسرا سرا میں اپنی دم میں باندھ لیتا ہوں۔

جب یہ بات طے ہوگئی تو ڈورا باندھ لیا گیا اور جب ضرورت پڑتی، چوہا دھاگے کو کھینچ لیتا اور مینڈک تالاب کے کنارے آجاتا، پھر جب مینڈک کو ضرورت پڑتی تو دھاگے کو کھینچ لیتا اور چوہا بل سے باہر آجاتا۔بات چیت ہوجاتی۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دن چوہا باہر نکلا اور جیسے وہ اپنے بل سے نکلا تو فوراً چیل نے جھپٹا مارا اور چوہے کو لے کر اُڑ گیا۔چوہا اور مینڈک دونوں ایک دھاگے میں بندھے

ہوئے تھے، اب چوہا کے ساتھ مینڈک بھی چیل کا شکار بن چکا تھا۔ چوہے کے ساتھ میں مینڈک بھی چلا جارہا تھا، اور دیکھنے والے حیرت زدہ ہیں کہ معاملہ کیا ہے؟

چوہا تو جا ہی رہا ہے، یہ مینڈک کیوں جارہا ہے۔ پتہ چلا کہ دونوں میں دوستی ہو گئی تھی اور دونوں نے خود کو ایک دھاگے سے باندھ لیا تھا۔ اللہ ایسی دوستی سے بچائے کہ جس سے کسی کی جان خطرے میں پڑ جائے۔ سب سے بری وہ دوستی ہے جس سے ایمان خطرے میں پڑ جائے، اور دنیا و آخرت سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے۔

محترم حضرات! دوستی اچھی چیز بھی ہے۔ اچھوں کی دوستی نیک بناتی ہے اور بدوں کی دوستی بد بناتی ہے۔ حقیقت میں وہی دوست ہوتا ہے جو آدمی کو مصیبت کے وقت میں کام آئے۔ پریشانیوں میں ہاتھ بٹائے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شعر فارسی زبان میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست

در پریشانی ہائے وے و درماندگی

دوست وہ ہوتا ہے کہ اپنے دوست کا ہاتھ پکڑ لے، درماندگی یعنی عاجزی اور پریشانی کے وقت۔ بھائیو! ہاتھ پکڑنے کا مفہوم کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے موقعے پر اس کی مدد کرے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ جہاں تک ہو سکے، اس کا ہاتھ بٹائے۔ اس کی مدد کرنے کی حتی الامکان کوشش کرے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ کسی کا ایک نادان دوست تھا۔ نادان دوست بھی ہوتے ہیں۔ دونوں دوست ساتھ میں کہیں چلے جارہے تھے۔ اتفاق سے دوست کا کوئی دشمن مل گیا اور اس کو مارنا شروع کر دیا تو اس کا نادان دوست اپنے دوست کا ہاتھ پکڑلیا۔ ظاہر ہے کہ جب اس کا ہاتھ ہی پکڑ لیا تو دشمن کو اور موقعہ مل گیا اور اس کی اچھی پٹائی کر دی۔ جب دشمن چلا گیا تو اس آدمی نے اپنے نادان دوست سے کہا کہ بھائی، تم نے تو غضب ہی کر دیا۔ تم نے یہ نہیں سمجھا کہ جب تم میرا ہاتھ ہی پکڑلو گے تو ہم اس کے مارنے کا جواب کیسے دیں گے؟ ایسی صورت میں ہم اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے۔ نادان دوست نے جواب

دیا کہ تم نہیں جانتے کہ شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ:

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشانی ہائے وے ودرماندگی

یعنی پریشانی کے عالم اپنے دوست کا ہاتھ پکڑلو، اسی لیے میں نے تمہارا ہاتھ پکڑلیا۔ بھائیو! اس نادان دوست نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے شعر کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نادان دوستوں سے سب کو محفوظ رکھے (آمین)

اولیائے کرام کے فضائل وخصائص

اللہ تعالیٰ نے آیت مقدسہ میں اپنے دوستوں کا فرمایا ہے:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

(سورہ یونس: آیت ۶۲)

ترجمہ: سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے، نہ کچھ غم۔ (کنزالایمان)

خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف طاری ہوتا ہے، نہ کوئی غم۔ اللہ کے دوست کون ہیں؟ اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس دوستی کا اظہار رب کائنات فرمارہا ہے۔ اولیائے کرام نے اپنی زبان سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم اللہ کے دوست ہیں، بلکہ اولیائے کرام کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی دوستی کو چھپاتے ہیں۔ ظاہر نہیں ہونے دیتے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

خبردار ہو جاؤ کہ خدا کے دوستوں پر نہ کوئی خوف طاری ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ خوف کیوں طاری ہو، اور غمگین کیوں ہوں، اس لیے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ (اللہ اکبر) اللہ سب سے بڑا ہے اور جب سب سے بڑے سے ان کی دوستی ہو گئی تو اب انہیں کس بات کا خوف ہو، اور کس بات کا غم ہو، اس لیے اللہ کے ان نیک بندوں کو نہ کسی طرح کا کوئی خوف ہوتا ہے، نہ غم ہوتا ہے۔

مسلمانو! اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے دوست کتنے پیارے ہیں۔ اس کا اندازہ اس واقعے سے لگائیے کہ اللہ کا ایک بندہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، اور رب تبارک وتعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم دنیا سے کیا لائے؟ تو وہ عرض کرے گا۔ اے کریم ورحیم پروردگار! میں نے اتنی اتنی فرض نمازیں پڑھیں اور اتنے اتنے نوافل بھی پڑھے، اور وہ کہے گا کہ میں نے فرض روزے بھی رکھے۔ میں نے رمضان کا پورا روزہ رکھا، اور اس کے ساتھ ساتھ نفل روزے بھی بے شمار رکھے۔ اے اللہ تو نے مجھے دیا تھا تو میں نے تیرے راستے میں خوب زکوٰۃ بھی دی، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میں نے صدقہ وخیرات بھی خوب کیا، اور تیرے لیے حج فرض بھی ادا کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے نفل حج بھی ادا کیے۔ یہ سب بیان کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

هَلْ وَالَيْتَ لِيْ وَلِيًّا وَعَادَيْتَ لِيْ عَدُوًّا

(حلیۃ الاولیاء ج۱۰ ص ۳۱۷)

ترجمہ: کیا تو نے میرے کسی دوست سے دوستی کی، یا میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔

مسلمانو! اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کی دوستی بھی بہت بڑی چیز ہے، اسی لیے فرائض ونوافل کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کی دوستی کا سوال فرمایا۔ اسی طرح اللہ کے دشمنوں سے دشمنی یعنی ان کو برا جاننا اور ان سے تعلق منقطع کرنا بھی ضروری ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جو رسول اللہ کا دشمن ہوگا، وہ اللہ کا بھی دشمن ہوگا۔ اللہ کا دشمن رسول اللہ کا دشمن ہے تو گویا رسول اللہ کی دشمنی مول لینا اللہ کی دشمنی مول لینا ہے۔ ان کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے تو خدارا جہاں آپ اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے دوستی کا دم بھرتے ہیں اور ان کو اپنا مددگار جانتے ہیں، ان کو خدا کی بارگاہ میں واسطہ بناتے ہیں، وہاں رسول اللہ کے دشمنوں سے بھی دور رہیے۔ یہ لوگ اللہ کے دوستوں کے دشمن ہیں، اور جو دوست کا دشمن ہوتا ہے وہ بھی دشمن ہوتا ہے۔

محترم حضرات! قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

(سورہ یونس: آیت ۶۲)

ترجمہ: سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے، نہ کچھ غم۔ (کنز الایمان)

یعنی خبردار ہو جاؤ کہ خدا کے دوستوں پر نہ کوئی خوف طاری ہوتا ہے، اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

ولی کسے کہتے ہیں

آج لوگ ولی کے معاملے بڑا دھوکا کھا جاتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں، ولی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ کوئی پاگل نظر آیا، دیوانہ نظر آیا تو اس کو آپ ولی بنا لیے۔ اس کو ولی سمجھ لیا اور اس کے پیچھے پڑ گئے۔ کوئی چلتا پھرتا آدمی میلا کچیلا، بال بکھرے ہوئے، لوگ اس کو ولی سمجھنے لگتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ لوگ ولیوں کو سمجھنے میں بہت دھوکا کھاتے ہیں، لیکن قرآن نے خود فرما دیا کہ ولی کون ہیں؟ ولی وہ لوگ ہیں جو مومن اور متقی ہیں۔ رب تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ

(سورہ یونس: آیت ۶۳)

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے، اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

ولی وہ حضرات ہیں جنہوں نے ایمان لایا، اور تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کی۔ جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں، حقیقت میں وہی اللہ کے ولی ہوتے ہیں۔ ولیوں کا مقام بہت ہی ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ یہ اللہ کے ایسے مقبول بندے ہیں کہ کل قیامت کے دن جب ساری دنیا کے لوگ پریشان ہوں گے، اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اس وقت ان اولیائے کرام کی شان و شوکت کا ظہور ہوگا۔ اس کو سمجھنے کے لیے قیامت کا پس منظر سمجھنا ہوگا۔

روز محشر اور اولیائے کرام

محترم حضرات! قیامت کوئی معمولی چیز نہیں۔ وہ خطرات سے بھرا ہوا ایک دن

ہے۔قیامت کے بارے میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ

(سورہ حج: آیت ۱)

ترجمہ: بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ (کنزالایمان)

مسلمانو! قیامت جب قائم ہوگی تو زمین تانبے کی بنادی جائے گی، اور سورج جو آج زمین سے بہت دور، ہزاروں برس کی راہ پر ہے، وہ سر پر آچکا ہوگا۔ ذرا سوچئے کہ قیامت کا دن کیسا دن ہوگا اور پھر ذرا سوچیے کہ وہ دن کیسا دن ہوگا۔ ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ لوگ پریشان ہوں گے۔ لوگوں کو اتنا پسینہ نکلے گا کہ لوگ اپنے پسینے میں غوطے کھارہے ہوں گے۔ کسی کے ٹخنے تک پسینہ ہوگا، کسی کے گھٹنے تک ہوگا، کسی کی کمر تک ہوگا، کسی کے سینے تک ہوگا۔ کسی کے گلے تک ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں سے ہمیں اور آپ کو اور سب کو محفوظ رکھے (آمین)

اس دن کیسا عجیب منظر ہوگا اور اس دن انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی پریشان ہوں گے۔ انبیائے کرام کو اپنے اعمال پر پریشانی نہیں ہوگی، بلکہ انہیں اپنی امت کے اعمال کی وجہ کی پریشانی ہوگی۔

قیامت کے دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصروفیات کے بارے میں صحابہ کرام سے کسی نے پوچھا تھا۔ یارسول اللہ! یہاں تو ہم آپ کی زیارت کر لیتے ہیں، آپ سے ملاقات کر لیتے ہیں، لیکن میدان قیامت میں آپ سے کہاں ملیں گے تو سرکار نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں اگر تلاش کرنا ہو تو میزان عمل پر تلاش کرنا کہ جہاں نامۂ اعمال تولے جا رہے ہوں گے، وہیں ملیں گے۔

دیکھو! اللہ کے پیارے رسول اپنی امت کو کس قدر چاہنے والے ہیں کہ میزان عمل پر جہاں امتیوں کے اعمال تولے جارہے ہیں، وہاں پر آپ تشریف فرما ہوں گے۔ عرض کیا کہ وہاں اگر ملاقات نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہاں

ملاقات نہ ہوتو حوض کوثر پر تلاش کر لینا کہ سرکار اس دن پیاسوں کو پانی پلا رہے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اگر وہاں نہ مل سکوں تو مجھے پل صراط پر تلاش کر لینا کہ امتی پل سے گزر رہے ہوں گے تو اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں کھڑے ہو کر لوگوں کو گزار رہے ہوں گے۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گذر یے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہاں یہ بھی سمجھیے کہ پل کس قدر خطرناک ہوگا۔ وہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اور عالم یہ ہے کہ لوگ کٹ کٹ کر گر رہے ہوں گے۔ چلتے ہیں، دوڑتے ہیں، پھر کٹ کٹ کر گرتے ہیں، لیکن اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوں گے جو اس طرح گزر رہے ہوں گے جیسے بجلی ایک کنارے پر چمکی اور دوسرے کنارے پر چلی گئی۔ وہ اللہ کے پیارے رسول رب سلم، رب سلم کی صدائیں بلند کر رہے ہوں گے کہ: اے رب توان کو سلامتی سے گزار دے، سلامتی سے گزار دے، اسی لیے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

رضا پل سے اب وجد کرتے گذر یے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد

اعلیٰ حضرت ایک سچے عاشق رسول ہیں۔ ایمان ہو تو ایسا ہو، اعتقاد ہو تو ایسا ہو، انہوں نے کس انداز سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال کی ترجمانی فرمائی ہے: سبحان اللہ

محترم حضرات! اس دن عالم یہ ہوگا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی امتوں کے لیے پریشان ہوں گے، لیکن ایک جماعت ایسی بھی ہوگی جو عرش الٰہی کے سائے تلے چین و آرام کی نیند سو رہی ہوگی۔ ان کی حالت یہ ہوگی کہ ان پر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی رشک آ رہا ہوگا۔ وہ سونے کے تختوں پر عرش الٰہی کے نیچے آرام فرما رہے ہوں گے۔ یہ کون لوگ ہوں گے۔ یہ اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہوں گے۔ میرے بزرگو! اور دوستو! دیکھو، یہ ہیں اللہ کے دوست۔ ان سے دوستی اللہ کی دوستی ہے، ان سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے، اسی لیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ وَالَيْتَ لِیْ وَلِیًّا وَعَادَیْتَ لِیْ عَدُوًّا

(حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ص ۳۱۷)

ترجمہ: کیا تونے میرے کسی دوست سے دوستی کی، یا میرے کسی دشمن سے دشمنی کی۔

اولیائے کرام سے وابستگی

مسلمانو! جن دوستوں کی دوستی کا دم بھرتے ہو، ان کا دامن کرم پکڑلو، اور دامن پکڑنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ صرف زبانی دعویٰ کیا جائے کہ ہم نے غوث اعظم کا دامن پکڑلیا، بلکہ دامن پکڑنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ تم ان کے نقش قدم پر چلو، ان کی زندگیوں کو اپناؤ، ان کی سیرت اپناؤ، ان کی صورت کو اپناؤ، ان کی ایک ایک ادا کو دیکھو اور ان کے نقش قدم پر چلو۔ دامن پکڑنے کا مطلب یہی ہوتا ہے۔

لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ غوث اعظم سے محبت رکھتے ہیں، لیکن یہ نہیں غور کرتے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے یہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سرکار کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، کتنے متقی اور کیسے پرہیز گار تھے۔ کتنی نمازیں پڑھا کرتے تھے، کس انداز میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ غوث اعظم کے روزے کا عالم یہ تھا کہ غوث اعظم جب دنیا میں تشریف لائے تو چاندرات ہے، رمضان کی پہلی رات ہے اور صبح پہلا روزہ ہے۔ رات کے وقت دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، اور پہلے ہی دن سے آپ نے روزہ رکھنا شروع کردیا۔

پیران پیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ماننے والو! ذرا سوچو اور غور کرو کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں کی گود میں روزہ رکھ رہے ہیں اور تمہارا عالم یہ ہے کہ روزہ سے غافل نظر آتے ہو۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازوں کا یہ عالم ہے کہ نماز پڑھتے ہیں تو ساری ساری رات نماز پڑھتے ہیں۔ عشا کی نماز پڑھ لینے کے

بعدرات بھر نماز نفل غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھا کرتے تھے۔

ہمارا یہ نعرہ کہ غوث اعظم کا دامن نہیں چھوڑیں گے، یہ کھوکھلا نعرہ ہے۔ جب ہم ان کے نقش قدم پر نہیں چلتے ہیں تو ہم نے ان کا دامن ہی نہیں پکڑا، چھوڑنے کی بات الگ ہے۔ حقیقت میں تو یہ ہونا چاہیے کہ ہماری زندگی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔

بفضلہٖ تعالیٰ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جہاں میں جاتا ہوں۔ میں اس طرح کی گفتگو کرتا ہوں کہ ہماری باتیں لوگوں کو سمجھ میں بھی آئے اور رب تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو لوگ اس پر عمل بھی کریں، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ آج مسلمان عمل سے بہت دور ہو چکا ہے۔

یہ سچ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور بالخصوص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں ہے۔ یہ سچ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم چاہنے والے ہیں۔ اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہمیں محبت ہے، لیکن میں یہ بھی دیکھ رہا ہو کہ عملی طور سے مسلمان بالکل غافل ہو چکا ہے۔ آج کا مسلمان اللہ کے نیک بندوں کی عملی زندگی سے بالکل ناآشنا ہوتا چلا جا رہا ہے، اور جس کے دل میں جو آ رہا ہے، وہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کو عمل صالح کی توفیق عمل عطا فرمائے۔

مسلمانو! پیران پیر غوث اعظم دستگیر کی زندگی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا نمونہ تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی سیرت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو سرکار غوث اعظم کی صورت کو آپ دیکھیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت آپ کی نظر میں آ جائے گی، اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کو دیکھیں گے تو اللہ کے پیارے رسول کی سیرت یاد آ جائے گی، اور اتنا قرب ہے کہ اللہ اللہ! ہر معاملے میں قرب نظر آ رہا ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میرا ہر قدم رسول اللہ کے قدم پر ہے۔ معلوم ہوا کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی

عمل ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جو سنت رسول کے خلاف ہو۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائل وعادات اور ان کی زندگی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی آئینہ دار ہے۔ اللہ کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بڑا معجزہ تھا کہ سرکار نے ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک دعوت میں دستر خوان سے ہاتھ پونچھ لیے تھے، اور اس سے اپنا منھ صاف کر لیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے دوستوں کو دعوت دی تو وہ آئے۔ خادمہ جو دستر خوان لے کر آئی تھی، وہ گندہ تھا۔ حضرت انس نے فرمایا کہ اس کو تنور میں ڈال دو، جب اسے تنور میں ڈالا گیا تو اسے بالکل جل جانا چاہیے تھا لیکن جب اس کو حکم دیا نکالنے کا اور وہ کپڑا نکالا گیا ہے تو وہ بہت صاف ستھرا ہو گیا۔

احباب کو بہت تعجب ہوا کہ کپڑا کو آگ نے جلایا نہیں، بلکہ دیکھنے میں آیا کہ یہ اور صاف ستھرا ہو گیا۔ کتنا گندہ تھا، لیکن صاف ستھرا ہو گیا تو حضرت انس نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس اس سے مس ہو گیا تھا۔ اس کپڑے سے چھو گیا تھا۔ یہ سرکار کا معجزہ ہے کہ اب اس کپڑے کو آگ نہیں جلا سکتی۔

محترم حضرات! جس کپڑے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ لگا دیں، اسے آگ نہیں جلاتی ہے تو جو امتی عشق رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وادب کے سبب آپ کا مقبول بارگاہ ہو جائے، اسے کیسے جہنم کی آگ جلا سکتی ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ عاشقان دربار رسالت کو عشق مصطفوی کے سبب نجات حاصل ہو جائے گی۔ اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
وہ آگ لگائی ہے جو آگ بجھا دے گی

وما علینا الا البلاغ: وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

✶✶✶

تیسری تقریر

رضائے الٰہی اور خوف خداوندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔ یآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا:

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارك وسلم

سبحن ربك رب العزۃ عما یصفون::وسلام علی المرسلین:: والحمد للہ رب العلمین۔ الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اما بعد! فقد قال اللہ تعالی فی کلامہ القدیم وقرآنہ العظیم۔ أعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم::بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ ذلك لمن خشی ربہ

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین الکریم ونحن علی ذٰلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

سب سے پہلے ہم اور آپ اپنے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ادب واحترام ہدیہ درود وسلام پیش کریں:

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارك وسلم

تقریر شروع کرنے سے پہلے اپنی عادت کے مطابق اپنے جد امجد امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عنایت کردہ نعت شریف پیش کرتا ہوں۔

زمین وزماں تمہارے لیے مکین ومکاں تمہارے لیے
چنین وچناں تمہارے لیے بنے دوجہاں تمہارے لیے

دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُٹھے بھی وہاں تمہارے لیے

رسالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے

یہ شمس وقمر یہ شام وسحر یہ برگ وثمر یہ باغ وشجر
یہ تیغ وسپر یہ تاج وکمر یہ حکم رواں تمہارے لیے

صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زبان تمہارے لیے

درود شریف پڑھیے......

اللهم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآله وبارك وسلم

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

اسیروں کے مشکل کشا غوث اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم

نکالا ہے پہلے تو ڈوبے ہوؤں کو
اب ڈوبتوں کو بچا غوث اعظم

حضرات! کل سے نومبر کا مہینہ شروع ہو رہا ہے۔ اور نومبر کی دوسری یا تیسری تاریخ کو میری عمر کے 65 سال پورے ہو جائیں گے۔ آپ جانتے ہی ہیں اولاً تو عمر کی اس منزل میں آنے کے بعد اور زندگی کا ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد آدمی تھک جاتا ہے، اور

اپنے جسم میں تھکن محسوس کرنے لگتا ہے۔اسی کے ساتھ آئے دن ٹرینوں کا سفر، کبھی بس کے ذریعہ، کبھی جیپ سے کبھی کار سے سفر ہوتا ہے۔ مسلسل سفر نے اور زیادہ تھکا دیا۔اس وقت انتہائی تھکے ہوئے دل ودماغ کے ساتھ میں آپ کے سامنے حاضر ہوں۔

ہر چند میں نے اپنے احباب سے چاہا کہ آج کا یہ پروگرام کینسل کردیا جائے ، دوسرے مقرر کو دعوت دے دی جائے ،لیکن لوگ نہیں مانے اور میری آمد کے لیے اصرار کرنے لگے۔ بہرحال جن کا ذکر خیر ہے،انہیں کی توجہات عالیہ اگر ہوجائے تو شاید کچھ دیر میں بول سکوں، ورنہ جو میری حالت ہے، وہ میں ہی سمجھ رہا ہوں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشادفرمایا:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ رَبَّهٗ

(سورہ بینہ: آیت۸)

ترجمہ:اللہ ان سے راضی، اور وہ اللہ سے راضی ، یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

(کنزالایمان)

محترم حضرات !معلوم ہوا کہ رضائے الٰہی کا دار ومدار خوف الٰہی پر ہے۔آدمی جب صحیح معنوں میں رب تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہے، اور اس کے دل ودماغ پر خدا کا خوف طاری رہتا ہے۔اس کے جسم کا ایک ایک حصہ اور رونگٹا رونگٹا خوف الٰہی سے تھرتھراتا اور کانپتا رہتا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تو خدا سے ڈرتا ہے اور ساری دنیا اس سے ڈرتی ہے۔ جب تم اپنے اور اگلے مسلمانوں میں فرق اور مابہ الامتیاز تلاش کروگے تو اس نتیجے پر پہنچوگے کہ اگلے مسلمان خدا سے ڈرتے تھے تو ساری دنیا ان سے ڈرتی تھی اور ہم تم صرف خدا سے نہیں ڈرتے ،لہٰذا ساری خدائی سے ڈرنا پڑتا ہے۔

بظاہر ان الفاظ میں صرف الفاظ کا الٹ پھیر ہے،لیکن مسلمانوں کی تقدیر نے اسی الٹ پلٹ سے پلٹا کھایا۔اب پھر تم پلٹا کھاؤ اور اپنے اندر خوف الٰہی پیدا کرو تو تمہاری تقدیر پلٹ سکتی ہے۔

خوف الٰہی اللہ کی نعمت ہے

اس میں شک نہیں کہ خوف خدا ایک عظیم نعمت ہے۔ جس دل میں خدا کا خوف پیدا ہوجاتا ہے، وہ ساری کائنات کے خوف سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ آپ اپنے اسلاف کی حیات طیبہ کو دیکھئے۔ اپنے بزرگوں کو دیکھئے کہ وہ کس طرح خدا کا خوف رکھتے تھے۔ وہ خدا سے ڈرتے تھے اور دنیا ان سے ڈرتی تھی۔

آپ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی سنا ہوگا۔ ایک طرف ان کی بہادری کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے بہادران عرب ان کے مقابلے پر آتے ہوئے لرزتے اور کانپتے ہیں۔ ان کی تلوار کی دھاک سارے عالم پر بیٹھی ہوئی ہے، یہاں تک کہ شیطان لعین ان کے نام سے ڈرتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔

سبحان اللہ! سبحان اللہ! اتنا بڑا بہادر کہ دنیا اس سے خوف کھا رہی ہے، لیکن یہ اللہ کا بندہ اللہ سے کتنا ڈرتا ہے۔ اللہ سے کس قدر خوف رکھتا ہے کہ قرآن کی ایک آیت راہ چلتے کسی سے سن لی تو خوف الٰہی اس قدر طاری ہوگیا کہ اگر سواری پر بیٹھے ہوئے ہیں تو نیچے تشریف لے آتے ہیں۔ بیٹھے ہوئے ہیں تو لیٹ گئے اور اسی حالت میں لوگ آپ کے پاس دوڑے چلے آرہے ہیں اور آپ کی مزاج پرسی کررہے ہیں۔ آپ کو گھر لے جایا گیا، اور کئی روز تک اس کا اثر آپ کی طبیعت میں باقی رہا اور طبیعت میں انقباض رہا۔

محترم حضرات! خوف خدا جن دلوں میں ہوتا ہے، ان کا یہ حال ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت سن لینے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر کا دل خوف الٰہی کی وجہ سے موم کی طرح نرم ہوجاتا ہے، لیکن آج مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ قرآن پاک کی ایک آیت نہیں، بلکہ دس آیات کریمہ بھی سنادی جائیں اور خوف خدا یاد دلایا جائے تو کسی دل میں خوف خدا کی لہر اُٹھنے والی نہیں ہے: الا ماشاء اللہ تبارک وتعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنا خوف عطا فرمائے، اور ہمارے دلوں میں صحیح طور پر خدا کا خوف پیدا ہوجائے۔ خدا سے جب آدمی بے خوف ہوجاتا ہے تو اس کا حال یہی ہوتا

ہے کہ اس پر کسی وعظ و نصیحت کا اثر بھی نہیں ہوتا ہے۔

جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے لیے نماز پڑھو تو آپ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا روزہ رکھو تو مسلمان روزہ نہیں رکھتا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ زکوٰۃ دو تو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اس کا حکم ہے کہ حج کو جاؤ تو مسلمان حج کو نہیں جاتے۔ اس کا فرمان ہے کہ جھوٹوں سے بچو۔ جھوٹ مت بولو اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، لیکن مسلمان صبح سے شام تک جھوٹ میں مبتلا رہتا ہے۔

اللہ نے حکم فرمایا کہ مسلمان شراب نہ پیے تو مسلمان شراب پی رہا ہے۔ بدکاری سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تو بدکاری میں مبتلا نظر آرہا ہے۔ بھائیو! آج کون سا کام مسلمان کر رہا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ واقعی اس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔

آج خوف خدا سے ہم اور آپ بے نیاز ہو گئے اور بالکل غافل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مسلمانو! اپنے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کرلو، اللہ سے ڈرنا سیکھ جاؤ۔ یہ بات صحیح ہے کہ ہم ایک دوسرے کو خوف الٰہی کا مشورہ دیتے ہیں، لیکن وہ کہنے والا بھی خوف خدا سے خالی ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کو بھی اگر دیکھی جائے تو وہ بھی خدا کے خوف سے بے نیاز اور غافل نظر آئے گا۔

مسلمانو! اگر خوف خدا دل میں ہو تو آدمی شریعت اسلامیہ کا پابند ہو جاتا ہے۔ احکام شرع کا پابند ہو جاتا ہے، اور صحیح معنوں میں مسلمان بن جاتا ہے، اور اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے، لیکن جب انسان خوف خدا سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس کا کام رضائے الٰہی کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ اپنے نفس کے لیے ہوتا ہے۔ آج اگر مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں تو بہت کم لوگ نشاط قلب اور خشوع و خضوع سے پڑھتے ہیں۔ بہت کم ایسے ہوں گے جو دل جمعی کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پانچ وقت کی نماز پڑھو، اور تم ایک وقت کی نماز پڑھ رہے ہو۔ کوئی تین وقت کی اپڑھ رہا ہے۔ اگر خدا کے لیے نماز پڑھ رہے ہو، اللہ کی رضا کے لیے پڑھ رہے ہو تو پانچوں وقت کی نماز پڑھنا ہے، لیکن کتنے ایسے لوگ ہیں جو

نماز ہی نہیں پڑھتے۔ جمعہ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو عیدین بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو سچی توفیق عطا فرمائے (آمین)

محترم حضرات! نماز ایک عظیم ترین عبادت ہے، جس کو دین کا ستون کہا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ، مَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ ھَدَمَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ" (تنقیح القول الحدیث فی شرح لباب الحدیث ج ا ص ۶۸)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز کو قائم کیا، اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو ڈھادیا یعنی نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھا دیا۔

محترم حضرات! ایمان کے بعد سب سے اہم فرض نماز ہے۔ اس سے تم اس قدر غافل ہو، پھر تم سے دوسرے فرائض کی ادائیگی کی امید کیوں کر رکھی جاسکتی ہے۔ مسلمانو! نماز کے پابند بن جاؤ۔ نماز ایک اہم ترین عبادت ہے۔

حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نمازیں پڑھیں اور کیسی نمازیں پڑھیں کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا ہے۔ ساری ساری رات نماز پڑھ رہے ہیں، پھر کون اللہ کا بندہ ایسا ہے کہ جس نے نماز نہ پڑھی ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور اللہ کے تمام نیک بندے نمازوں کے پابند نظر آتے ہیں۔

آج کا مسلمان اولیائے کرام سے محبت کا تو دعوے دار ہے۔ غوث اعظم کی محبت سے تو سرشار نظر آتا ہے اور خوب نعرے لگاتا ہے کہ غوث کا دامن نہیں چھوڑیں گے، لیکن غوث اعظم کا دامن پکڑا ہی کب ہے جو تم نہیں چھوڑو گے۔

اگر تم غوث کا دامن پکڑے ہوتے تو تم نمازوں کے پابند نظر آتے۔ ہمارے چہرے داڑھیوں سے نورانی نظر آتے۔ ہمارے اعمال صحیح طور پر ادا ہوتے۔ ہر عبادت میں اللہ کی رضا تمہارے مدنظر ہوتی۔

آج مسلمانوں نے اپنے نفس کو اتنا موٹا کرلیا ہے کہ بس نفس جو کہتا ہے، آدمی وہی کرتا ہے۔ اگر نفس نے کہا کہ سنیما دیکھنا ہے تو سنیما دیکھنے چلا جاتا ہے۔ نفس نے کہا کہ شراب پینا ہے تو ہمارا جوان شراب پینے کے لیے چل پڑتا ہے۔

نفس نے بدکاری کے لیے کہا تو اس کے لیے تیار ہو گئے۔ اگر نفس نے کہا کہ ٹی وی لانا ہے تو آپ ٹی وی گھر میں لے آئے۔ وہ گناہوں کا ٹوکرا گھر میں لاکر رکھ لیا اور کون سا گھر ایسا ہے جو آج ٹی وی سے خالی ہو۔ جدھر جائیے، جہاں جائیے، وہ معصیت کا ٹوکرا نظر آئے گا۔

مسلمانو! ٹی وی اس زمانے کی بدترین لعنت ہے۔ ٹی وی نے مسلمانوں کا اور تمام قوموں کا اخلاق و کردار بگاڑ کر رکھ دیا ہے، اور بالخصوص مسلمان تو اس میں اس قدر مشغول ہو چکے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس لعنت سے محفوظ رکھے، اور اس لعنت کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ نفس کے مطالبے پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ ہم خوف خدا سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ ذرا سوچو کہ کائنات کی ہر چیز اللہ سے ڈرتی ہے۔ جانور بھی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ چرند و پرند اللہ سے ڈرتے ہیں، یہاں تک کہ پتھر بھی اللہ سے ڈرتا ہے۔ پتھر بھی اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے۔

ایک مرتبہ اللہ کے ایک نبی کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک پتھر سے پانی جیسا کچھ نکل رہا ہے، جیسے وہ پتھر رو رہا ہو تو اللہ کے نبی نے اس پتھر کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ اے پتھر! تو کیوں رو رہا ہے؟

پتھر نے کہا کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے کہ جہنم کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، اس وقت سے مجھے رونا آ گیا اور میں رو رہا ہوں۔ اس نبی برحق کو اس پتھر کی حالت پر رحم آیا اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے رب کریم! تو اس پتھر کو جہنم سے نجات عطا فرما دے۔ اللہ کے نبی تھے، ان کی دعا خدا کی بارگاہ میں قبول ہو گئی۔

فرما دیا گیا کہ آپ اس پتھر کو خوش خبری سنا دیجئے کہ تجھے خاص طور سے جہنم سے آزاد کردیا گیا۔اس نبی نے اس کو خوشخبری سنادی اور خوش خبری سنانے کے بعد تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب پھر واپس ہوئے تو دیکھے کہ وہ پتھر اسی طرح رو رہا ہے۔جب نبی نے دیکھا کہ وہ پتھر اسی طرح رو رہا ہے تو اس پتھر کو آپ نے مخاطب کیا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو کیوں رو رہا ہے؟ تو پتھر نے اتنا پیارا جواب دیا ہے، جو ہمارے اور تمہارے لیے ایک بہترین سبق ہے اور ایک عبرت ہے۔

وہ پتھر جواب میں کہتا ہے کہ اے اللہ کے نبی! پہلے میں خوف الٰہی سے رو رہا تھا اور اب میں شکر الٰہی میں رو رہا ہوں۔

محترم حضرات! آج کا مسلمان نہ خوف الٰہی سے روتا ہے، نہ شکر الٰہی سے روتا ہے۔اللہ کی یاد میں رونے پر جو آنسو نکلتے ہیں،ان آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے۔آج کا مسلمان اپنی مصیبتوں پر روتا ہے۔اپنی دنیاوی پریشانیوں کو دیکھ کر روتا ہے۔اپنی غربت وافلاس کو دیکھ کر روتا ہے۔اپنے کسی اہم مقصد میں ناکامی کو دیکھ کر روتا ہے،لیکن آخرت کو یاد کر کے نہیں روتا۔اپنے گناہوں کو یاد کر کے نہیں روتا۔

اگر بندگان خدا اپنے گناہوں کو دیکھ کر رونے کی عادت بنالیں تو رب تعالیٰ کی رحمت سے امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے گا۔

اگر بندے اللہ تعالیٰ کی یاد میں رونے کی عادت بنائیں تو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو اپنا قرب عطا فرمائے ،اور ان اسباب ووسائل کی ہدایت عطا فرمادے،جن سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے،لیکن آج کا مسلمان اپنی آخرت سے غافل ہو چکا ہے۔ وہ دنیا کی فکر میں ایسے ڈوب گئے کہ آخرت کو بھول بیٹھے۔

مسلمانو! یاد الٰہی میں رونا سیکھ جاؤ، اس لیے کہ خدا کی یاد میں رونا بھی بہت بڑی نعمت ہے۔سچے دل سے توبہ کرو اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ تو ندامت کے چند قطرے جو گرتے ہیں،وہ اتنے عظیم ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان قطروں سے

زیادہ پیارا کوئی قطرہ نہیں۔ یہ پانی تو کھیتیوں کو سیراب کرتا ہے، اور بندۂ مومن کے آنسو کا پانی دل کی کھیتی کو سیراب کرتا ہے۔

مسلمانو! اگر سچے دل سے تم خوف خدا سے رونے لگو، اور تمہاری آنکھوں سے ندامت کے آنسو ٹپک جائیں تو تمہارے دل کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جائیں گی۔ تم ان کھیتیوں کا رونا روتے ہو کہ یہ کھیتیاں کس قدر سوکھی جارہی ہیں، اور دل کی کھیتی اس قدر پژمردہ ہو چکی ہے، اس قدر سوکھ چکی ہے، اور اس کا تمہیں کبھی خیال بھی نہیں آتا ہے۔ خدارا تم اپنے دلوں کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب بنانے کی کوشش کرو۔ یقین جانو! کہ جس دن تمہارے دل کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں، اس دن یہ کھیتیاں بھی سرسبز و شاداب ہو جائیں گی۔ تمہاری زندگی ایک مثالی زندگی ہو جائے گی۔

ایک بندہ مومن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے ہونا چاہئے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(سورہ انعام: آیت ۱۶۲)

ترجمہ: تم فرماؤ، بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے، جو رب سارے جہاں کا۔ (کنزالایمان)

یعنی مومن کا ہر عمل رب تعالیٰ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہئے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ مسلمان کسی سے دوستی بھی کرتا ہے تو اللہ کے لیے کرتا ہے اور بغض و عداوت بھی کرتا ہے تو اللہ کے لیے کرتا ہے۔ ایک مسلمان کی شان یہی ہونی چاہیے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ

(سنن ابوداؤد: باب الدلیل علیٰ زیادۃ الایمان ونقصانہ)

ترجمہ: جس نے اللہ کے لیے محبت کی۔ اللہ کے لیے کسی سے عداوت کی۔ اللہ کے لیے کسی کو دیا۔ اللہ کے لیے منع کیا تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ بندہ مومن کا ہر کام اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔ اپنے نفس کے لیے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنی مرضی کو، اور اپنی رضا کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی میں محو کر دیتا ہے، پھر وہی زندگی اطمینان وسکون کی زندگی ہوتی ہے۔ آج ہمارے پاس دولت ہے، ثروت ہے، ہر قسم کی نعمت ہے۔ الغرض سب کچھ ہمارے پاس ہے۔ ہمیں آزادی حاصل ہے، لیکن آج آزاد ہوتے ہوئے بھی غلام ہیں، اس لیے کہ جن سے تم نے آزادی حاصل کی، وہ تم سے ہزاروں منزلیں دور جا کر بیٹھ گئے، لیکن ذہنی طور پر تم انہیں کے غلام نظر آ رہے ہو۔

یہ سروں کے بالوں کا نقش ونگار ہے، یہ انہیں کی غلامی کی نشانی ہے۔ یہ داڑھیوں کا منڈانا، یہ انہیں کی غلامی کی علامت ہے۔ یہ ہمارے جوانوں کی وضع قطع، یہ ان کا لباس، یہ تہذیب وتمدن یہ سب انگریزوں کی ذہنی غلامی ہے۔

مسلمانو! ذرا سوچو کہ تم ان کے غلام نہیں ہو تو پھر کیا ہو۔ آج مسلمان ہو، یا دوسری قومیں ہوں، سب ذہنی طور پر انگریزوں کی غلامی میں نظر آتی ہیں۔ ہمیں دوسری قوموں سے کیا لینا دینا ہے۔ ہمیں اپنے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح معنوں میں غلام بننا ہے کہ ہم ہر اعتبار سے پہچانے جائیں اور جانے جائیں کہ ہاں ہم مسلمان ہیں۔ آج یہاں آپ شامیانے کے نیچے بیٹھے نظر آ رہے ہیں تو کہہ دیا جائے گا کہ ہاں آپ مسلمان ہیں، لیکن یہاں سے جانے کے بعد کل آپ کو کہیں رائے پور میں دیکھیں، یا کسی دوسرے شہر میں دیکھیں تو پہچان نہیں سکیں گے کہ آپ وہی ہیں جو وہاں شامیانے کے نیچے بیٹھے تھے، یا کوئی اور ہیں، کسی اور قوم سے ہیں، کیوں کہ آپ کی ظاہری شکل وصورت اسلامی انداز میں نہیں ہے۔

مسلمانو! ذرا سوچو کہ آج تمہاری حالت کیا ہو چکی ہے۔ ہم غلام مصطفیٰ ہیں۔ ہماری شان یہ ہونی چاہئے کہ ہم جہاں کہیں بھی رہیں، لوگ ہماری شکل سے ہمیں پہچان لیں۔ چاہے اپنے شہر میں ہوں، یا دوسرے شہر میں، مسجد میں ہوں بازار میں۔ دنیا کے کسی

گوشے میں ہم رہیں، ہماری شناخت اور ہماری پہچان ہمارے ساتھ ہونی چاہئے۔ دیکھنے والا دیکھ کر ہی پکار اٹھے کہ یہ غلام مصطفیٰ ہے۔ یہ غلام غوث ہے۔

میرے دوستو اور بزرگو! مسلمان کی شکل وصورت ایسی ہونی چاہیے، اور یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے، جب تم اپنے نفس کو کچل دو۔ اپنے نفس کو ماردو، اور اپنے ہر کام کو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے کرنے لگو۔

آج پریشانی کی بات تو یہی ہے کہ آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی خوشنودی کے بالمقابل انہیں اپنے نفس کی خوشنودی، اور اپنے دوست واحباب کی خوشنودی زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے۔ جن کی خوشنودی دنیا میں بھی کام آنے والی ہے اور آخرت میں بھی کام آنے والی ہے، ہم ان کی خوشنودی سے غافل نظر آرہے ہیں۔ وہ اللہ ورسول کی خوشنودی ہے۔ اللہ ورسول خوش ہو گئے تو دنیا وآخرت کی کامیابیاں تمہارا مقدر بن جائیں گی۔ مسلمانو! تم اپنے ہر کام کو اللہ ورسول کی رضا کے لیے کرو۔

نکاح سُنّت نبوی ہے

نکاح ایک خالص دینی کام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ

(سنن ابن ماجہ: باب ماجاء فی فضل النکاح)

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے۔

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ

(صحیح البخاری: باب الترغیب فی النکاح)

ترجمہ: جس نے میری سنت سے روگردانی کی، وہ مجھ سے نہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نکاح خالص دینی کام ہے۔ نکاح سنت رسول ہے، لیکن مسلمان اس میں بھی طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کرلیا ہے، اور اس خالص دینی کام کو خالص دنیا کا کام بنادیا گیا ہے۔ اہل ثروت اور اہل دولت نہ جانے کس قدر فضول خرچی کرتے ہیں۔ ہزاروں روپے باجوں تاشوں اور آتش بازی میں خرچ کردیئے

جاتے ہیں۔شادی میں ریکارڈنگ کرتے ہیں،کیسٹ تیار کرتے ہیں۔ یہ سب فضول خرچی ہے۔ان میں بہت سے امور ناجائز بھی ہیں۔

مسلمانو!ذرا سوچو کہ یہ کتنے روز کی یادگار ہے جو تم شادیوں میں تیار کرتے ہو۔ یہ دنیا فنا ہونے والی ہے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔یہ کوئی یادگار نہیں ہے، بلکہ تصویر کشی،فوٹوگرافی گناہ کا کام ہے۔ڈھول باجے سب گناہ کے کام ہیں۔

یہ یادگار تمہیں لے ڈوبے گی۔خدارا وہ یادگار قائم کرو جو اگلے مسلمانوں نے قائم کی۔اگلے مسلمان یادگار قائم کر گئے،نمازیں پڑھ کے،روزے رکھ کے، حج کر کے، زکوٰۃ دے کر،اور اللہ اور رسول کی مرضی میں اپنی مرضی کو محو کر کے۔انہوں نے نیک اعمال کی یادگار قائم کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا اس کی یادگار مناتی ہے۔

محترم حضرات! آج کوئی مسلمان مرجائے تو کل کوئی نام لیوا نہیں ہوتا، کیوں کہ اس نے ہر کام کو دنیا کے لیے اور اپنے نفس کے لیے کیا ہے،اور یہ سمجھتا ہے کہ دنیا سے جانا ہی نہیں ہے۔ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔آج ہوتا کیا ہے۔شادی اور نکاح جو خالص دینی کام تھا،اب اس میں خوب باجے تاشے ہوتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ساتھ اس قدر گناہوں اور فحش کاموں کا دروازہ کھل چکا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ دوسری قوموں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جوان بوڑھے سب لوگ شادیوں میں ناچتے ہیں ۔مرد تو مرد،عورتیں بھی سڑکوں پر ناچتی نظر آتی ہیں۔

مسلمانو! سوچو اور غور کرو کہ یہ سب کس قدر برے کام ہیں۔ یہ سب شیطانی وسوسوں کا نتیجہ ہے۔ جب مصیبت آتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے کون سا ایسا گناہ ہو گیا تھا کہ اتنی بڑی مصیبت ٹوٹ پڑی،لیکن یہ کبھی نہیں سوچا کہ ہم پانچ وقت میں سے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھتے ۔یہ گناہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔صبح سے شام تک جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ گناہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ داڑھیاں منڈاتے ہیں۔ یہ گناہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ یہ سب فسق و فجور اور گناہ کے کام ہیں۔ جب بندہ نیک کاموں کی طرف قدم

بڑھتا ہے تو رحمت الٰہی بندوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ہم نے گناہوں میں مبتلا ہوکر خود ہی غضب الٰہی کا سامان پیدا کرلیا ہے۔شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

انسانوں کو اس کا عمل صالح جنت یا جہنم کا راستہ ہموار کرتا ہے، ورنہ مٹی سے پیدا ہونے والا انسان اپنی پیدائش اور اپنی فطرت کے اعتبار سے نہ جنتی ہے، نہ جہنمی ہے۔ اسی طرح عمل صالح سے قبل انسان کا ایمان بھی درست ہونا ضروری ہے۔

آج کے زمانے میں ایمان واعتقاد میں بھی بہت قسم کے فساد جنم لے چکے ہیں۔بعض عقائد ایسے غلط ہیں کہ مسلمان ان عقیدوں کو اختیار کرلے تو دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ یہ فتنوں کا زمانہ ہے۔ ایمان وعمل ہر ایک جہت سے قوم مسلم پر حملے ہورہے ہیں۔ اسلام کے مخالفین نے ہر چہار جانب سے مسلمانوں کو اپنے فریب میں مبتلا کرنے کی زبردست کوششیں کی، اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

کبھی مسلمانوں کے ایمان پر حملہ ہوتا ہے، اور ان کو اسلاف کرام کے عقیدوں سے جدا کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔کبھی مسلمانوں کے اعمال پر حملے ہوتے ہیں اور ان کو بے راہ روی پر ڈال دیا جاتا ہے۔کبھی مسلمانوں کی تہذیب ومعاشرت پر حملہ ہوتا ہے، اور مسلمانوں کو اسلامی تہذیب وتمدن سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اسلامی نظام کو ایک فرسودہ اور قدیم نظام قرار دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو جدید تہذیب وتمدن کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ جو سراسر اسلام کے خلاف ہوتا ہے۔زمانہ کے بدلتے ہوئے رنگ سے قوم مسلم بھی خوب متاثر ہوئی، اور مسلمانوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اسلامی تہذیب ومعاشرت کی جگہ یہود ونصاریٰ کی تہذیب اور کلچر کو ترجیح دیتے ہیں اور اسے اپنی زندگی میں داخل کرلیتے ہیں۔

محترم حضرات! اسلام کی تہذیب اور اسلامی آداب واخلاق کا سرچشمہ قرآن مقدس اور پیغمبر اسلام سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ ہیں۔ ذرا

غور کرو کہ خدا اور سول کی بتائی ہوئی تہذیب سے بہتر کون سی تہذیب ہوسکتی ہے۔

انسانوں کا اپنا بنایا ہوا کلچر خداوند قدوس کی بتائی ہوئی تہذیب و معاشرت کے برابر بھی نہیں ہوسکتی، پھر کوئی تہذیب و کلچر، اسلامی تہذیب وتمدن سے بالاتر کیسے ہوسکتی ہے۔ انسانوں کا خود ساختہ دستور حیات رب تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

آج غیروں کی تہذیب کو اپنا کر مسلمانوں نے اپنا حلیہ اور ظاہری شکل وصورت بھی غیر اسلامی بنالیا ہے۔ داڑھی رکھنا سنت رسول ہے، لیکن مسلمان اس سنت سے دستبردار ہو چکا ہے۔ انگریزوں کی تقلید میں مسلمانوں نے داڑھی منڈانا شروع کردیا۔ انگریز عورتوں کو دیکھ کر مسلم عورتوں نے نقاب سے کنارہ کشی اختیار کرلیا اور بے پردہ جا بجا نظر آتی ہیں۔ مسلمانو! ذرا غور کرو کہ جب اسلامی تہذیب وتمدن پر ہم عمل نہیں کریں گے تو پھر کون عمل کرے گا۔

یہ اسلامی طور طریقے اور اسلامی آداب زندگی مسلمانوں کے لیے بیان کیے گئے تھے، پھر ان آداب واحکام پر عمل بھی ہم لوگوں کو ہی کرنا ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ مذہب اسلام نے عبادت و بندگی سے لے کر شہنشاہی تک کے آداب واحکام بیان فرمایا ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے، جس کے بارے میں مذہب اسلام نے انسانوں کی رہنمائی نہ کی ہو۔

سخاوت وفیاضی اور خدا کی رحمت

ایک حضرت لوگوں کو خوب کھلایا پلایا کرتے تھے اور جب اپنی جیب میں پیسے نہیں رہتے تو دوسروں سے قرض لے کر بھی لوگوں کو کھلاتے پلاتے۔ جب ان کا آخری وقت ہوا اور دنیا سے جانے لگے تو قرض بہت تھے۔ لوگوں نے سوچا کہ اب تو یہ حضرت جا ہی رہے ہیں۔ چلو بھائی اپنا قرض ان سے وصول کرلیا جائے۔

ایک آئے، دو آئے، تین آئے، چار آئے۔ جو آتے گئے، ان سب کو حضرت بٹھاتے گئے اور کہا بیٹھئے، بیٹھئے ۔لوگوں نے کہا کہ حضرت! ہمارا اتنا قرض آپ پر ہے۔ ہمارا اتنا قرض ہے۔ سبھوں نے اپنا دیا ہوا قرض ان کو یاد دلایا۔

حضرت نے کہا کہ ٹھیک ہے، قرض ادا کیا جائے گا۔ اسی درمیان ایک بچہ حلوہ بیچتا ہوا آیا، وہ آواز لگا رہا تھا۔ گرم حلوہ، گرم حلوہ۔ حضرت نے اس کو بلایا اور کہا کہ ان سب کو حلوہ کھلاؤ۔ بچہ بہت خوش ہوا کہ میرا تو سب حلوہ بک جائے گا۔ سب کو حلوہ کھلا دیا ۔اب اس بچے نے کہا کہ حضور! پیسے دے دیجئے۔ حضرت نے کہا کہ پیسے لینے تو سب آئے ہیں۔ سب بیٹھے ہیں، تم بھی بیٹھ جاؤ۔

بچہ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر وہ رونے لگا اور اس نے کہا کہ حضور! میں یتیم ہوں۔ میرے باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے۔ میں ہوں اور میری ماں ہے۔ اسی سے گزر بسر ہوتی ہے میں تھوڑا حلوہ بیچ لیتا ہوں اور اسی سے میری روزی روٹی چلتی ہے۔ آپ مجھے پیسے عنایت فرما دیجئے، بچہ مسلسل روتا جا رہا ہے کہ اتنی دیر میں ایک اللہ کا بندہ آیا، کوئی سخی آیا اور اس نے آکر اشرفی کی ایک تھیلی یا چند تھیلیاں ان کی خدمت میں پیش کردی۔ صاحب نے فرمایا کہ اتنا قرض تمہارا ہے، اتنا قرض تمہارا ہے، اتنے کا تمہارا حلوہ ہے۔ حلوہ والے کو بھی دے دیا۔

کسی نے پوچھا۔ حضور! یہ آپ نے کیا کر دیا کہ آخر وقت میں حلوہ بھی ادھار لے کر ہم لوگوں کو کھلوا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ بڑے ہو، معمر ہو، تمہیں رونا نہیں آتا۔ میں نے دیکھا کہ یہ بچہ چھوٹا ہے اور یتیم ہے۔ اِسے ضرور رونا آجائے گا اور جب ایک یتیم بچہ روئے گا تو اللہ کی رحمت کو پیار آجائے گا۔ رحمت خداوندی کو جوش آجائے گا، اور وہی ہوا کہ ادھر یہ بچہ رویا، اور ادھر رحمت خداوندی کا نزول ہو گیا۔

مسلمانو! تم بھی خدا کی بارگاہ میں رونا سیکھ لو۔ یہ بہت بڑی بات ہے، اور جب روؤ گے اور ندامت کے آنسو بہاؤ گے تو پھر تمہاری زندگی سدھر جائے گی۔ تمہارے دلوں

کی کھیتی سرسبز وشاداب ہوجائے گی۔تمہاری زندگیوں میں نکھار آجائے گا۔آخرت سنور جائے گی۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں کواپنے خوف سے مالا مال فرمادے اورہمیں اپنی بارگاہ میں آنسو بہانا سکھادے۔

مسلمانو! سخاوت وفیاضی رب تعالیٰ کو پسند ہے، اور بخالت وکنجوسی رب تعالیٰ کو ناپسند ہے۔اس بندۂ خدا نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ سخاوت وفیاضی کا سلوک کیا ،اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے اسباب پیدافرمادیئے کہ اس کا سارا قرض بھی ادا ہوگیا اوراس کی سخاوت اوردریادلی بھی لوگوں کے لیے ایک مثال بن گئی۔

دراصل انفاق فی سبیل اللہ کی بہت فضیلت ہے۔جب بندہ اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔اللہ کے بندوں پر خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے وسائل اوراسباب مہیا فرمادیتا ہے۔راہ خدا میں خرچ کرنا بلاؤں کو بھی دورکرتا ہے، اس لیے بلاؤں سے حفاظت کا ایک اہم ذریعہ انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے۔

انسان زندگی بھر جوکچھ کماتا ہے، اسے جمع کر کے رکھتا ہے، پھر جب موت آتی ہے تو سب کچھ چھوڑ کر عالم آخرت کی طرف کوچ کرنا پڑتا ہے۔انسان خالی ہاتھ دنیا میں آتا ہے اورخالی ہاتھ دنیا سے چلا جاتا ہے، اس لیے ہمیں دو باتوں پر توجہ دینی بہت ہی لازم وضروری ہے، تاکہ آخرت میں ہمارا بھلا ہوسکے۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں ہرحال میں ناجائز وحرام مال سے پرہیز کرنا چاہئے، کیوں کہ ہم جوبھی مال کماتے ہیں، وہ سب کچھ دنیا میں چھوڑ کر جانا ہے۔ایسی صورت میں غلط طریقے سے مال ودولت جمع کرنا ہمارے لیے بے کار اور بے فائدہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے ہاتھوں سے اپنے مال کا کچھ حصہ راہ خدا میں خرچ کرتے رہنا چاہئے۔اگر ہم نے خود اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کیا تو پھر اپنی آل واولاد سے کیا امید رکھیں کہ وہ ہمارے نام پر ہماری موت کے بعد صدقات وخیرات کریں گے۔جب ہم اپنا مال اپنے ثواب کے لیے خدا کی راہ میں دینے سے

بخالت کرتے ہیں تو پھر ہمارے بال بچے بھی اسی طرح بخالت کر سکتے ہیں۔

اگر مسلم سماج اور مسلم معاشرہ کا مالدار طبقہ اپنی دولت کا کچھ حصہ غربا و فقرا، مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا رواج پیدا کرلے اور اپنی عادت بنالے تو ایک صالح معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے اور کوئی بھی ضرورت مند ادھر ادھر بھٹکتا نہیں پھرے گا، بلکہ کسی محتاج کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت در پیش نہیں ہوگی۔

مسلمانو! آج مہنگائی کا زمانہ ہے۔ اس عہد میں بال بچوں کی صحیح طور پر کفالت اور ان کی تعلیم وتربیت پر بھی بڑا خرچ ہوتا ہے۔ خاص کر شادی بیاہ کے اخراجات کس قدر کثیر ہیں۔ یہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ غریب والدین کو اپنی بیٹیوں کی شادی میں کس قدر پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ یہ بڑا احساس مسئلہ ہے۔

قوم مسلم اصحاب ثروت ان امور کی جانب توجہ دیں اور غربا و مفلس افراد کا کچھ بوجھ کم کرنے کی کوشش کریں، تاکہ معاشرہ کا ہر فرد اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ ہر شخص اپنے علاقے کے غریب مسلمانوں پر توجہ دے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھے تو معاشرہ وسماج کے افراد میں خوشی اور سکون کا ایک ماحول پیدا ہوگا۔

آج کے زمانے میں علاج ومعالجہ بھی کس قدر مہنگا ہو چکا ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ معمولی امراض میں ہزاروں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ ایسے مشکل اوقات میں صاحب حیثیت لوگ غریبوں اور ناداروں کا لحاظ کریں۔ ان کی ضرورتوں میں ان کا مالی تعاون کریں، تاکہ ایک اچھا معاشرہ تشکیل پا سکے۔

اس طرح کی مختلف ضرورتیں ہیں۔ احادیث کریمہ میں پڑوسیوں کے حقوق کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی تکمیل کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہر گاؤں اور علاقے میں اس طرح کی بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اسلامی معاشرہ ہر ایک کو خوش اور امن وسکون کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو زکات وصدقات کا حکم فرمایا ہے۔ اس کی حکمت بھی یہی ہے کہ

اہل ثروت کے ذریعہ غربا و مساکین کی ضرورتوں کی تکمیل ہو سکے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

سلطان محمود غزنوی اور ایاز کا واقعہ

محترم حضرات! دنیا کا بھی ایک قاعدہ ہے، ایک اصول ہے کہ اگر آپ کا کوئی غلام ہے اور آپ اس کے آقا ہیں۔ غلام آپ کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے۔ آپ کی رضا اور خوشنودی کا خیال رکھتا ہے، تو ظاہر ہے کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے، اور اُسے نوازیں گے۔ رب تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی طاعت وعبادت کو دیکھ کر ان کو دونوں جہاں کی سعادتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے۔

ہندوستان کے بادشاہوں میں ایک مشہور بادشاہ سلطان محمود غزنوی گزرے ہیں۔ یہ بھی خداترس اور دیندار بادشاہ تھا۔ سلطان محمود غزنوی کا ایک غلام تھا، جو آج تک مشہور ہے۔ اس غلام کا نام ایاز تھا۔ یہ غلام انتہائی مزاج شناس تھا اور اپنے آقا کا بہت بڑا خیرخواہ اور بہت محبت کرنے والا تھا۔

ایک مرتبہ ایک خربوزہ فروش ایک نیا پھل لے کر شاہی دربار میں آیا اور خربوزہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ ایاز بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے خربوزے کو تراشا اور تراشنے کے بعد ایک ٹکڑا ایاز کو دیا کہ یہ لو، پہلے تم کھاؤ۔ ایاز نے وہ ٹکڑا کھالیا اور دوسرا ٹکڑا بادشاہ خود کھانے لگا۔ جب بادشاہ نے خربوزہ کھایا تو محسوس کیا کہ خربوزہ انتہائی کڑوا اور بدمزہ ہے۔

بادشاہ نے ایاز سے دریافت کیا کہ اے ایاز! تم نے اتنا کڑوا خربوزہ کھالیا اور تم نے کوئی شکایت نہیں کی کہ خربوزہ کڑوا ہے۔ ایاز نے اس کا بہت مدبرانہ جواب دیا۔ اس نے کہا کہ حضور! انہی ہاتھوں سے میں بہت سی اچھی اچھی چیزیں بھی کھاتا ہوں، میٹھی میٹھی چیزیں بھی کھاتا ہوں، نعمتیں کھاتا ہوں، اگر ایک مرتبہ ایک کڑوا خربوزہ میں نے کھالیا تو اس کی شکایت کیا کرنا۔

مسلمانو! تم ایاز کے جواب سے سبق حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اور اتنی نعمتیں ہیں کہ ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ رب تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

(سورہ نحل: آیت ۱۸)

ترجمہ: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔ (کنز الایمان)

لیکن ان نعمتوں کے باوجود اگر کبھی کوئی تھوڑی سی مصیبت آجائے، پریشانی آجائے یا اللہ کی طرف سے آزمائش آجائے تو آدمی شکوہ شکایت زبان پر لے آتا ہے اور طرح طرح کی باتیں کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ معاذ اللہ بعض لوگ کفریات تک بکنے لگتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

مسلمانو! ایاز مزاج شناس تھا۔ اس کی عقل وخرد اور دانش مندی کو دیکھ کر سلطان محمود غزنوی نے اسے ایک بڑا عہدہ عنایت کر دیا۔ اسے اپنے خزانوں کی کنجیاں دے دی ، اور بیت المال کا انچارج اسے بنا دیا۔ ایاز خدا شناس بھی تھا اور اپنے آقا یعنی سلطان محمود غزنوی کا خیر خواہ بھی تھا۔

بیت المال کی کنجیاں اسے دے دی گئی تھیں۔ اب بیت المال اس کے قبضے میں تھا۔ وہ روزانہ بیت المال جاتا تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے درباریوں نے دیکھا کہ یہ غلام ہے اور اس کے آئے ہوئے ابھی چند روز ہوئے ہیں کہ بادشاہ نے اس کو اتنا بڑا رتبہ اور عہدہ دے دیا اور ہم برسوں سے یہاں رہ رہے ہیں۔ ہمیں آج تک کوئی منصب عطا نہیں کیا گیا۔ حسد بہت بری بلا ہے۔ ان لوگوں کے دلوں میں حسد پیدا ہو گیا اور وہ لوگ اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح سے اس کو اس عہدے سے برخاست کرا دیا جائے۔ آخر کار ایک بہانہ مل گیا۔ ایاز روزانہ بیت المال جاتا تھا۔ حاسدوں اور مخالفوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ سرکاری خزانے میں خرد برد کر رہا ہے۔ مال کو ادھر اُدھر کر رہا ہے، اسی لیے تو روزانہ بیت المال جاتا ہے۔

بادشاہ محمود غزنوی کے پاس شکایت پہنچ گئی۔ بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے، جب تم لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ایاز بیت المال کے خزانے میں خیانت کر رہا ہے تو اب جب ایاز بیت المال کو جائے تو فوراً مجھے خبر کرو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن لوگ دوڑے ہوئے آئے اور ان لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ آج ایاز بیت المال میں گیا ہے۔ اندر سے دروازہ بند ہے اور بہت دیر سے وہ اندر ہی ہے۔

یہ خبر سن کر بادشاہ خود بیت المال گیا اور ان سب کو بھی ساتھ لے گیا اور بیت المال کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو بادشاہ نے اپنے غلام ایاز کو ڈانٹا۔ ایاز نے جواب دیا کہ حضور! دروازہ کھول رہا ہوں۔ دروازہ کھلا تو سب لوگ اندر گئے۔ مخالفین تو یہی سمجھ رہے تھے کہ آج ہمیں کوئی ایسا ثبوت ضرور مل جائے گا، جس کو بنیاد بنا کر ہم بادشاہ کو ایاز سے بدظن کر دیں گے۔

لوگوں نے بیت المال میں چاروں طرف دیکھا تو سب خزانہ جیسا تھا، ویسا ہی رکھا ہوا ہے۔ کہیں ایک پائی کی کوئی کمی نہیں، لیکن لوگوں نے دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا پرانا صندوق رکھا ہوا ہے، اور اس میں ایک بہت بڑا تالا لگا ہوا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ ہو نہ ہو اسی میں سب کچھ ہوگا۔ بادشاہ نے کہا کہ اے ایاز! اسے کھولو! اس نے کہا کہ حضور اس میں میری زندگی کا سب سے بڑا راز ہے۔ آپ اسے نہ کھلوایئے، لیکن بادشاہ نہیں مانا اور اس نے کہا کہ اسے کھولنا ہی پڑے گا۔ مجبور ہو کر ایاز نے وہ صندوق کھول دیا۔

وہ ایک بڑا صندوق تھا، اس پر ایک بڑا تالا لگا تھا۔ لوگوں نے سمجھا تھا کہ اس میں کافی دولت ہوگی، بہت مال اور ہیرے جواہرات ہوں گے، لیکن جب اسے کھولا گیا تو اس میں صرف ایک پرانی لنگی تھی، اور ایک کرتا تھا، جس پر پیوند لگے ہوئے تھے، اور ایک ٹوپی تھی، جس کا اوپری حصہ غائب تھا۔

بادشاہ نے ایاز سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ حضور! بات یہ ہے

کہ جب میں آپ کے دربار میں آیا تھا تو اس وقت یہی لباس زیب تن کیے ہوئے تھا اور اب چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال ہے اور آپ کی نظر عنایت میرے ساتھ ہے، اس لیے میں بہترین اور عمدہ لباس پہنتا ہوں، لیکن میں روزانہ آکر اس لباس کو ضرور پہن لیتا ہوں، تاکہ میں اپنی اصلی حالت کو بھول نہ جاؤں۔

مسلمانو! ایاز خدا شناس بھی تھا اور مردم شناس بھی تھا۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اور آپ بھی اللہ کی رضا اور طلب میں لگ جائیں اور ہمارا ہر کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو، جب ایک بادشاہ اپنے غلام کو اتنا بڑا منصب عطا کرسکتا ہے کہ خزانوں کی کنجیاں اس کو سونپ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو احکم الحاکمین ہے۔

اللہ تعالیٰ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ وہ چاہے تو اپنے بندوں کو بڑے بڑے مراتب اور اعلیٰ سے اعلیٰ منصب عطا فرما سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ ہم خدا کو راضی کرلیں اور ہم اپنا ہر کام خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرنا شروع کردیں۔

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دنیا میں اسی لیے بھیجا ہے کہ بندگان خدا دنیا میں اپنی آخرت کی تیاری کریں۔ دنیا دار العمل ہے۔ ہم نے دنیا میں جیسا عمل کیا ہوگا۔ اسی اعتبار سے کل قیامت کے دن ہمارا فیصلہ ہوگا۔ یہ فکر بھی ہر وقت مدنظر رہنی چاہئے کہ آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ دنیا میں ہم چند دنوں کے لیے بھیجے گئے، پھر موت ہمیں اس دنیا سے لے کر چلی جائے گی۔

کس کی موت کب آئے گی؟ یہ اسے معلوم نہیں، لیکن آخرت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ وہاں موت کو ہی موت آجائے گی۔ جب تمام جنتی جنت چلے جائیں گے اور تمام دائمی جہنمی جہنم میں رہ جائیں گے تو جنت وجہنم کے درمیان اعلان کیا جائے گا۔ جنتی جنت سے جھانک کر دیکھیں گے۔ جہنمی بھی جہنم سے جھانک کر دیکھیں گے۔ جنتیوں کو خطرہ محسوس ہوگا کہ کہیں جنت سے ہمیں نکلنے کا حکم نہ مل جائے گا۔ جہنمی یہ امید کررہے ہوں گے کہ شاید ہمیں جہنم سے نجات مل جائے، لیکن یہاں معاملہ دوسرا ہوگا۔ جب اہل جنت

اوراہل جہنم اس پکارنے والے کی آواز پر باہر کی طرف دیکھ رہے ہوں گے تو اسی موقع پر موت مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا۔

اہل جنت سے سوال ہوگا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو۔ جنتی کہیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے۔ اہل جہنم سے سوال کیا جائے گا، وہ لوگ بھی موت کو پہچان لیں گے۔ پھر موت کو سب کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا۔

اے اہل جنت! اب تم لوگوں کو ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔

اور اے اہل جہنم! اب تم لوگوں کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

اب موت کو بھی موت آجائے گی۔ اب کسی کو موت آنے والی نہیں ہے۔ جو جہاں ہے، وہ اسی جگہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ بات سن کر جنتی بہت خوش ہوجائیں گے، اور جہنمی یہ خبر سن کر مزید رنج والم میں مبتلا ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو اعمال حسنہ کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم تمام کو اپنی خوشی ورضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

خلیفہ ہارون رشید اور اس کی باندی کا واقعہ

محترم حضرات! جس طرح ایاز، سلطان محمود غزنوی کا غلام تھا، اسی طرح خلیفہ ہارون رشید کی ایک باندی تھی۔ خلیفہ ہارون رشید بھی بڑا دیندار اور بزرگوں کا چاہنے والا تھا۔ اس نے اپنے عہد خلافت میں اسلام و مسلمین کی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں۔ خلافت عباسیہ کے اہم اور مشہور خلفا میں ان کا شما ہوتا ہے۔

ہارون رشید کے یہاں باندیاں بہت سی تھیں، لیکن ایک باندی کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ اس کے دربار میں تخت شاہی پر بیٹھی رہتی تھی، اور سچے موتیوں کا ہار اس کے گلے میں پڑا رہتا تھا۔ وہ ایک کالی کلوٹی باندی تھی۔ شکل وصورت بھی بہت اچھی نہیں تھی، لیکن یہ بادشاہ کی منظور نظر تھی۔ خلیفہ اسے بہت چاہتا تھا۔ وہ خلیفہ کی منظور نظر اس لیے تھی کہ وہ بادشاہ کی مزاج شناس تھی اور بادشاہ سے اس کو قلبی تعلق تھا۔ دوسرے ملکوں میں بھی

یہ خبر گشت کر گئی کہ خلیفہ ہارون رشید ایک باندی کو اس قدر چاہتا ہے کہ گویا اس پر عاشق ہو گیا ہے، اور اس کو اپنے پاس بٹھائے رکھتا ہے۔ رفتہ رفتہ خلیفہ کی بدنامی ہونے لگی۔

ایک مرتبہ جب دوسرے ممالک کے بادشاہ اور وزرا بیٹھے ہوئے تھے، یا خلیفہ نے خود دعوت دی اور سب آئے اور ایک تاریخ میں جمع ہوئے تو خلیفہ نے اپنے تمام غلاموں اور باندیوں کو بلایا اور سچے موتیوں کا ایک ایک پیالا سب کو دیا گیا، اور سب کو کہا کہ اس کو توڑ دو، لیکن کسی نے پیالے کو نہیں توڑا۔ جب خالصہ سے کہا گیا کہ تو اس پیالے کو توڑ دے تو اس نے موتیوں کا وہ پیالا زمین پر پٹخ دیا اور پیالہ ٹوٹ گیا۔

اب خلیفہ نے ان لوگوں سے سوال کیا جن لوگوں نے خلیفہ کے حکم کے باوجود پیالہ نہیں توڑا تھا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اگر پیالہ ٹوٹ جاتا تو شاہی خزانے کا نقصان ہوتا، پھر خلیفہ نے خالصہ سے پوچھا کہ تم نے پیالہ کیوں توڑ دیا تو اس نے جواب دیا کہ آپ کا حکم تھا، اس لیے میں نے پیالہ توڑ دیا۔ یہ بات سچ ہے کہ پیالہ ٹوٹ جانے سے خزانے کا نقصان ہوا، اور اگر پیالہ نہیں توڑتی تو آپ کا دل ٹوٹ جاتا، اور یہ خزانے کے نقصان سے بڑا نقصان ہوتا۔

محترم حضرات! خالصہ کتنی سمجھ دار تھی اور یہی وجہ تھی کہ خلیفہ اس کو سچے دل سے چاہتا تھا اور وہ مزاج شناس اور ادب شناس تھی، لہٰذا بادشاہ نے اسے اپنے دربار میں بٹھا دیا تھا۔ خالصہ سے منسوب ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہے، وہ بھی سماعت کرتے چلیں۔

اس زمانے میں ابونواس نام کا ایک مشہور عربی شاعر تھا۔ آج بھی اس کے قصائد مدارس عربیہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ بڑے ہی مشکل مضامین اس کے اشعار میں پائے جاتے ہیں۔ ابونواس اپنے زمانے کا مشہور شاعر تھا، اور ہمیشہ سے شاعروں کا دستور رہا ہے کہ وہ شاعری اور قصیدہ نگاری کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ شعرا، بادشاہوں اور نوابوں کے درباروں میں جاتے ہیں، کچھ قصیدہ سناتے ہیں۔ کچھ تعریف میں کہہ دیا اور وہاں سے جو انعام پایا اسی پر گزر بسر کرتے تھے۔

ابونواس شاعر کا بھی یہی حال تھا۔ایک مرتبہ جب اس کی جیب میں کچھ نہیں رہا تو وہ ایک شاندار قصیدہ لکھ کر خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں گیا۔جب دربار میں پہنچا تو وہاں تخت پر خلیفہ کے ساتھ خالصہ بھی بیٹھی ہوئی تھی اور بادشاہ کی توجہ خالصہ کی طرف تھی ۔ابونواس شاعر اپنا قصیدہ سنانا شروع کیا،لیکن خلیفہ نے نہ داد دی،اور نہ کسی طرح کی تعریف کی،نہ ہی انعام دیا۔قصیدہ ختم ہونے کے بعد ابونواس واپس چلا گیا،اور کچھ رنجیدہ ہو گیا،کیوں کہ اسے اپنی محنت کا صلہ اور انعام واکرام نہیں ملا تھا۔

ابونواس بہت ذہین شاعر تھا اور بڑا ہی فی البدیہہ شاعر تھا۔اس نے خلیفہ کے دربار سے نکلتے نکلتے ،صدر دروازے پر ایک شعر لکھ دیا:

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ
کَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَۃٍ

ترجمہ:میرے اشعار آپ کے دربار میں ایسے ضائع ہو گئے،جیسے موتی (کا ہار) خالصہ کے گلے میں بیکار ہو گیا۔

یہ کالی کلوٹی باندی تھی۔خلیفہ نے اس کے گلے میں عمدہ قسم کے موتیوں کا ہار ڈال رکھا تھا۔ ابونواس یہ شعر لکھ کر چلا گیا،جب درباریوں نے دیکھا تو اس نے جا کر بادشاہ کو خبر کر دی کہ حضور!ابونواس ایسا ایسا لکھ گیا ہے۔بادشاہ کو غصہ آ گیا،اس نے کہا کہ ابونواس کو بلایا جائے۔اب عربی زبان کی وسعت اور اس شاعر کی ذہانت دیکھئے۔

جب ابونواس واپس آنے لگا تو اس نے اس شعر میں (لقد ضاع) میں عین کے دائرے کو مٹا دیا۔اب وہ عین،ہمزہ بن گیا۔اب اس لفظ کا معنی و مطلب بدل گیا۔اب اس کا معنی ہو گیا۔چمک اٹھا،روشن ہو گیا،اور پورے شعر کا مطلب یہ ہو گیا کہ:

میرے اشعار آپ کے دربار میں ایسے چمک اٹھے،جیسے موتیوں کا ہار خالصہ کے گلے میں چمک اٹھا۔

یہ عربی زبان کی وسعت ہے کہ ذرا سی تبدیلی سے معنی خوبصورت ہو جاتا ہے،

اور کبھی تھوڑی سی تبدیلی آ جائے تو معنی بگڑ جاتا ہے۔ یہ ایسی زبان ہے کہ (ضاع) اگر عین سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہوگا۔ بے کار ہو گیا اور ضائع ہو گیا، اور اگر (ضاء) ہمزہ سے پڑھا جائے تو اس کا معنی ہے۔ چمک اُٹھا اور روشن ہو گیا۔ چنانچہ ابونواس نے (ع) کو مٹا کر ہمزہ بنا دیا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تم نے ایسا شعر ہمارے دروازے پر لکھا ہے۔ ابونواس نے عرض کیا کہ حضور میں نے لکھا ہے کہ:

لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ
کَمَا ضَاءَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَۃٍ

یعنی میرا شعر آپ کے دربار میں ایسا چمکا کہ جیسے موتی (کا ہار) خالصہ کے گلے میں چمک رہا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ خوش ہو گیا اور شاعر کو بہت انعام و اکرام سے نوازا۔

مسلمانو! جب دنیا کے بادشاہوں کا حال یہ ہے کہ ان کی رضا اور خوشنودی کا خیال رکھا جائے تو وہ انعام و اکرام عطا کرتا ہے۔ بڑے عہدے اور بڑا منصب عطا کر دیتا ہے تو رب تبارک و تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے، بادشاہوں کا بادشاہ ہے، جب اس کی رضا اور خوشنودی کا خیال رکھا جائے گا تو پھر وہ اپنے بندوں کو کتنا نوازے گا، اس کا صحیح علم اسی کو ہے۔

اولیائے امت کی کثرت

محترم حضرات! اللہ کے نیک بندوں کا ہر کام رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ یہ تمام اولیا کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کا تذکرہ آپ سنتے ہیں۔ صحابہ کرام جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ یہ سب کے سب اللہ کے ولی ہیں۔ تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، اولیا، علما، صلحا سب اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ یہ سب سرکار کی امت کے ولی ہیں، اور سرکار کو تو ہر چیز میں کثرت عطا فرمائی گئی۔ رب تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ

(سورہ کوثر: آیت ۱)

ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

(کنز الایمان)

اس آیت مقدسہ کا ایک مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز میں کثرت عطا فرمائی۔ عظمت ورفعت، شان وشوکت، عزت وکرامت، الغرض ہر نعمت میں کثرت عطا فرمائی گئی۔ اسی طرح امت میں بھی کثرت عطا کی گئی ہے، اور اس امت میں اولیا بھی بہت کثیر ہیں۔ امت محمدیہ میں اللہ کے اتنے ولی ہیں کہ ان کا کوئی شمار ہی نہیں۔ ہاں، فرق مراتب ہوتا ہے کہ بعض سے بعض افضل ہوتے ہیں، جیسے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں فرق مراتب ہے۔ اسی طرح اولیائے کرام میں بھی فرق مراتب ہے۔ بعض کا مرتبہ بعض سے اونچا ہے۔ اولیائے کرام کے سارے کام اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوا کرتے ہیں۔ وہ کوئی کام اپنے نفس کے لیے نہیں کرتے ہیں۔ اپنی طبیعت کے لیے نہیں کرتے۔

دریا عبور کرنے کا واقعہ

ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بزرگ نے کھیر پکوائی، جو دریا کے ایک کنارے تھے۔ ایک ولی دریا کے دوسرے کنارے تھے۔ انہوں نے اپنے خادم کو کہا کہ کھیر اس بزرگ کے پاس پہنچا دو۔ خادم نے کہا کہ حضور! میں کیسے دریا پار کروں گا؟

انہوں نے فرمایا کہ دریا سے کہنا کہ میں اس کی طرف سے لے جا رہا ہوں کہ جس نے آج تک اپنی بیوی کے قریب نہیں گیا، حالاں کہ اس بزرگ کی اولاد بھی تھی۔ بہر حال خادم دریا کے پاس گیا، اور یہی کہہ کر دریا کو عبور کر گیا۔ جب دوسرے کنارے پہنچا، اور اس بزرگ کو کھیر پیش کیا، انہوں نے خادم کے سامنے کھالیا۔ برتن خالی کر کے خادم کو دے دیا۔ خادم اب واپس ہونا چاہتا ہے تو بزرگ سے پوچھتا ہے کہ حضرت! آپ

فرمائیں کہ میں دریا کو کیسے پار کروں؟

بزرگ نے فرمایا کہ جاؤ! دریا سے کہہ دینا کہ اس کے حکم سے ہمیں راستہ دو کہ جس نے آج تک کچھ کھایا ہی نہیں۔ خادم نے دریا کے پاس جا کر یہی کہا اور دریا میں راستہ بن گیا۔ وہ دریا پار کر گیا۔

جب وہ واپس آیا اور پہلے بزرگ کے پاس پہنچا تو ان سے انتہائی حیرت واستعجاب کی حالت میں دریافت کرتا ہے کہ سرکار! یہ کیا معاملہ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھو! ہمارا ہر کام اللہ کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے۔ ہم نکاح بھی کرتے ہیں تو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں تو اللہ کی خوشنودی کے لیے کھاتے ہیں۔

مسلمانو! یقیناً اولیائے کرام کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا سب رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ کھاتے ہیں تو نفس کے لیے نہیں کھاتے ہیں۔ وہ پیتے ہیں تو نفس کے لیے نہیں پیتے۔ وہ اگر کچھ پہنتے ہیں تو اپنے نفس کے لیے نہیں پہنتے۔ ان کا ہر کام اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوتا ہے۔ جب ان کا ہر کام اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں اتنا نوازتا ہے کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔

حضور غوث اعظم کا حصول علم

پیران پیر دستگیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اللہ کے ولی ہی نہیں، بلکہ ولیوں کے ولی ہیں۔ قطبوں کے قطب ہیں۔ شیخ المشائخ ہیں اور آپ کا عالم یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے بھی شیخ ہوتے ہیں اور جنوں کے بھی شیخ ہوتے ہیں (وانا شیخ الکل) اور میں سب کا شیخ ہوں، یعنی غوث اعظم انسانوں اور جنوں سب کے شیخ ہیں، اسی لیے ان کو غوث الثقلین کہا جاتا ہے۔

غوث اعظم اللہ تعالیٰ کے ایسے فرماں بردار اور ایسے عبادت گزار تھے کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔ ان کا عالم تو یہ ہے کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی ہے، یعنی آپ نے ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دی۔ تلاوت قرآن، ذکر واذکار

تسبیح وتہلیل اوراوراد وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے تھا۔ ان حضرات کا مقصد زندگی رضائے خداوندی کا حصول تھا۔

غوث اعظم کا ابتدائی دور تھا، جب آپ پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے تو اس وقت انتہائی عسرت اور تنگ دستی کا زمانہ تھا۔ اس وقت نہ لباس ٹھیک تھا، نہ کھانے پینے کا کوئی عمدہ انتظام تھا، لیکن علم دین کا شوق تو دیکھو۔ اللہ کے ولی ہیں، مادرزادولی ہیں، لیکن شعور سنبھلتے ہی علم دین کا شوق پیدا ہوگیا۔

برادران اسلام! آج ہمارا حال یہ ہے کہ گھر کے سامنے بھی اگر مدرسہ ہے، تب بھی ہمیں توفیق نہیں ہوتی کہ ہم دین کی کچھ باتیں جا کر سیکھیں، یا کم از کم اپنے بچوں ہی کو بھیجیں۔ آج علم دین کی ناقدری ہورہی ہے۔ آج اسی ناقدری کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان کی دنیا میں کوئی قدر و منزلت نہ رہی۔ علم دین ایک ایسی عظیم دولت تھی کہ یہ دنیا کی دولت تو ختم ہو جانے والی ہے، لیکن علم کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔

اور وہ بھی دین کا علم جس کے سینے میں ہو۔ اس کے مراتب وفضائل جو احادیث طیبہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ وہ بہت زیادہ ہیں۔ آج مسلمانوں کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ علم دین کے حصول سے بھی غافل ہیں۔ وہ چاہتے ہی نہیں کہ کچھ دین کی باتیں سیکھ لیں اور اپنی زندگی کو سنوارنے کی کوشش کریں، لیکن پیران پیر سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم حاصل کررہے ہیں، اور ایسے حال میں علم حاصل کررہے ہیں کہ کھانے پینے کا بھی کوئی اچھا انتظام نہیں ہے۔

انتہائی عسرت اور تنگ دستی کا ماحول ہے۔ لیکن فکر مند ہیں کہ کسی طرح علم دین حاصل ہو جائے۔ کبھی پتے چبا رہے ہیں، کبھی پھٹے پرانے لباس پہن رہے ہیں۔ کبھی بھوکے ہیں، لیکن علم دین حاصل کررہے ہیں۔ ایک وقت وہ آتا ہے کہ رب تعالیٰ ان کوشان وشوکت عطا فرماتا ہے تو وہی غوث اعظم اب مرغ کھا رہے ہیں اور عمدہ لباس اور شاہانہ لباس زیب تن فرمارہے ہیں۔

غوث اعظم سے بدگمانی کا وبال

حضور غوث اعظم عمدہ لباس تسکین نفس کے لیے نہیں پہنتے تھے، بلکہ بہترین لباس اگر پہنتے ہیں تو وہ بھی غریبوں کے لیے۔ صبح کو لباس فاخرہ پہنتے ہیں اور شام کو غریبوں کو عطا فرما دیتے ہیں۔ شام کو عمدہ لباس پہنتے ہیں تو صبح کو غریبوں کو عطا فرما دیتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ، اور سب سے عمدہ لباس جو سلاطین اور بادشاہوں کا لباس ہوتا، وہ آپ کے لیے لایا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک خادم کپڑے کی دوکان پر گیا اور دوکاندار سے کہا کہ جو سب سے اچھا کپڑا ہو، وہ دکھاؤ۔ دوکاندار کو معلوم تھا کہ یہ حضور غوث اعظم کا خادم ہے۔ اس نے خادم سے دریافت کیا کہ کس کے لیے کپڑا خرید رہے ہو۔ خادم نے جواب دیا کہ حضور غوث اعظم کے لیے کپڑا خریدنا ہے۔ یہ سن کر دوکاندار کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی کہ یہ کیسے فقیر ہیں کہ شاہانہ لباس اور عمدہ کپڑے پہنتے ہیں۔ بہر حال اس نے خادم کو ایک عمدہ کپڑا دے کر روانہ کر دیا۔

اب دوکاندار کسی ضروری کام سے اُٹھتا ہے اور اس کے پیر میں ایک کیل گڑ جاتی ہے، اور ایسی گڑی کہ اب وہ کسی طرح نکل نہیں پا رہی ہے، اور نکلے تو کیسے یہ تو غوث اعظم سے بدگمانی کی سزا تھی۔ اب وہ مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہے۔ لوگ دیکھنے کے لیے آنے لگے کہ کیا معاملہ ہے۔ کیل کو نکالنے کی بہت کوشش کی گئی، لیکن نہیں نکل سکی۔ کسی نے پوچھ لیا کہ بھائی کیا ہوا تھا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ حضور غوث اعظم کا خادم کپڑا خریدنے آیا تھا۔ وہ مجھے عمدہ قسم کا کپڑا نکالنے کہا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کس کے لیے کپڑا خرید رہے ہو تو اس نے کہا کہ سرکار غوث اعظم کے لیے کپڑا لینا ہے۔ مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ ولی ہو کر اتنے مہنگے لباس اور شاہانہ لباس پہنتے ہیں۔

یہ سن کر کسی نے کہا کہ یہ سب اسی بدگمانی کا نتیجہ ہے۔ تم حضور غوث اعظم کی

بارگاہ میں جاؤ، اوران سے معافی مانگ لو۔ یہ کیل کوئی معمولی کیل نہیں۔دوکاندار کوبھی بات سمجھ میں آگئی ۔وہ بارگاہ غوث اعظم کی طرف چل پڑا۔جب وہاں پہنچا تو ابھی وہ زبان سے کچھ کہہ بھی نہیں پایا تھا کہ سرکار غوث اعظم خودہی فرماتے ہیں۔

تم یہ بدگمانی کرتے ہو کہ ہم عمدہ اورشاہانہ لباس پہنتے ہیں۔سرکار غوث پاک نے فرمایا: یادرکھو کہ میں اچھا لباس پہنتا ہوں تو رب تعالیٰ کے حکم سے پہنتا ہوں۔

مسلمانو! آج لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم غیب نہیں، پیٹھ پیچھے کا علم نہیں ہے۔دیوار پیچھے کا علم نہیں ہے ۔اس رسول کے امتی یعنی پیران پیر سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھو کہ ابھی دوکاندار نے کچھ بیان بھی نہیں کیا تھا لیکن حضور غوث اعظم نے سارے حالات بیان فرمادیئے۔جب امتی کا عالم یہ ہے تو نبی کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت بہلول دانااورخلیفہ ہارون رشید

محترم حضرات! اولیائے کرام کا کھانا پینا، پہنناسب رب کی خوشنودی کے لیے ہوتا ہے، اوران کی زندگی بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے۔وہ بےخوف ہوتے ہیں اورانتہائی اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔حضرت سیدی بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے مشہور ولی گزرے ہیں۔وہ ایک مرتبہ ایک قبرستان میں بیٹھے ہوئے تھے۔خلیفہ ہارون رشید وہاں سے گزررہے تھے۔

خلیفہ نے دیکھا کہ حضرت بہلول دانا بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں تو بادشاہ ہوں، بادشاہ ہوتے ہوئے مجھے اتنا اطمینان نہیں ہے، جتنا اطمینان ان کو حاصل ہے۔خلیفہ ہارون رشید کو بزرگوں سے بہت محبت تھی ۔اس نے اپنا گھوڑا روکا اور حضرت بہلول دانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا، اوران سے دریافت کیا کہ حضور! یہ کیا بات ہے کہ میں بادشاہ ہوتے ہوئے بھی مطمئن نہیں ہوں۔

دن کو پریشان ،رات کو پریشان ،کبھی کبھی تو امور مملکت کی وجہ سے راتوں کی

نیند غائب ہو جاتی ہے، اور آپ کی زندگی بڑی ہی اطمینان بخش ہے۔ حضرت بہلول دانا نے فرمایا کہ دیکھو آدمی اس وقت پریشان ہوتا ہے، جب کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے، لیکن جب ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہو تو اس کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔ حضرت بہلول دانا نے فرمایا کہ ہمارا ہر کام ہماری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ سورج نکلتا ہے تو ہماری مرضی کے مطابق نکلتا ہے۔ ڈوبتا ہے تو ہماری مرضی کے مطابق۔ جاڑا آتا ہے تو ہماری مرضی کے مطابق۔ گرمی کا موسم آتا ہے تو ہماری مرضی کے مطابق۔ بارش ہوتی ہے تو ہماری مرضی کے مطابق۔ الغرض ہر کام ہماری مرضی کے مطابق ہوتا ہے، اسی لیے مجھے کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔

خلیفہ ہارون رشید نے عرض کیا کہ حضور! آج تک میں تو یہ سنتا آیا تھا کہ ہر کام اللہ کی مرضی کے مطابق اور اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اور آپ یہ فرماتے ہیں کہ ہر کام ہماری مرضی سے ہوتا ہے۔ حضرت بہلول دانا نے فرمایا کہ تم نے میری بات کو سمجھا ہی نہیں۔ یہی تو فرق ہے، یہی تو راز ہے، یہی تو نکتہ ہے۔ ہمارے اور دوسروں کے درمیان یہی وجہ امتیاز ہے۔ حضرت بہلول دانا نے فرمایا کہ ہم نے اپنی خوشنودی کو اللہ کی رضا وخوشنودی میں محو کر دیا ہے۔ اب جو اس کی مرضی ہے، وہی ہماری مرضی ہے۔ جو اس کا کہنا ہے وہی ہمارا کہنا ہے۔ ہماری مرضی اور رب کی مرضی میں اختلاف نہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ: ولی کی بات اللہ کی بات ہوتی ہے، گرچہ بندۂ خدا کی زبان سے (وہ بات) نکلتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

✶✶✶

چوتھی تقریر

دین پر استقامت اور اتباع شریعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔ یآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا:

اللّٰھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارك وسلم

سبحن ربك رب العزۃ عما یصفون::وسلام علی المرسلین:: والحمد للہ رب العلمین

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ-ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ-اما بعد!فقد قال اللہ تعالی فی کلامہ القدیم وقرآنہ العظیم - اَعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم::بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ-ذلك لمن خشی ربہ

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین الکریم ونحن علیٰ ذٰلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

سب سے پہلے ہم اور آپ اپنے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ادب واحترام ہدیہ درود وسلام پیش کریں:

اللّٰھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارك وسلم

برادران اسلام! اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا اسلام پر ثابت قدمی کی علامت اور ایک عظیم سعادت ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا فرمایا ہے، لیکن ہمارا پڑوسی بھوکا مر رہا ہے۔ پریشان حال ہے، فاقے پر فاقے گزر رہے ہیں، لیکن مالدار مسلمانوں کو اس کا کچھ بھی احساس نہیں ہوتا۔ وہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھا رہے ہیں، لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارا پڑوسی جو ہمارا مومن بھائی بھی ہے، کبھی اس کی خبر گیری کرلیں۔

گرچہ ہمارا پڑوسی ہمارا سگا بھائی نہیں ہے، لیکن وہ اسلامی بھائی ضرور ہے۔ ہمیں اس کے دکھ سکھ میں اس کا شریک ہونا چاہئے، اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس کی غربت وتنگ دستی کے پیش نظر موقع بموقع اس کی خبر گیری کرتے رہنی چاہئے۔ ہمیں اپنے اسلاف کرام کی سیرت وسوانح اور ان کے حالات وواقعات پڑھنا چاہئے، اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

رب تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ

(سورہ حم سجدہ: آیت ۳۰)

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ (کنزالایمان)

فرشتے کس واسطے اترتے ہیں۔ فرشتے اتر کر انہیں خوش خبری سناتے ہیں۔ وہ ان ثابت قدم رہنے والے بندوں کو کہتے ہیں:

اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ

(سورہ حم سجدہ: آیت ۳۰)

ترجمہ: کہ نہ ڈرو، اور نہ غم کرو، اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ (کنزالایمان)

محترم حضرات! آج مسلمان اپنے اسلاف کرام کی خوبیوں سے عاری اور نا

آشنا ہو چکا ہے۔رفتہ رفتہ مسلمانوں کے دلوں میں نفسانیت پیدا ہو چکی ہے۔آج کا مسلمان اسلامی عادات وخصائل اور عمدہ اخلاق وکردار سے بیگانہ ہو گیا ہے۔

مسلمانو! جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ فرمایا ہے تو ہمیں چاہئے اللہ کے بندوں کے ساتھ ہم بھی سخاوت وفیاضی کا اظہار کریں۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

آج قوم مسلم مختلف مواقع پر فضول خرچی کرتی ہے۔اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ فضول خرچی سے ناموری اور شہرت کے علاوہ کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔اگر یہی رقم غربا ومساکین اور اہل حاجت میں تقسیم کردی جائے تو ایک بڑا کام ہوسکتا ہے۔

مسلمانو! ہماری کمائی میں غریبوں کا بھی حق ہوتا ہے،اورنہ ادا کروگے تو اللہ کے یہاں اس کی بھی پکڑ ہوگی۔ہمیں اسلامی اخوت ومساوات اور ہمدردی کو اپنانا چاہئے ۔اہل اسلام کی شان یہی تھی کہ مسلمان صرف اپنوں کے لیےنہیں، بلکہ دوسرے مسلمانوں کی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔

محترم حضرات !اسلامی تاریخ کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے ،اوراسی طرح مکہ معظّمہ کے مسلمان بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وہ خالی ہاتھ تھے۔ان کے پاس جو کچھ تھا، وہ سب کچھ مکہ معظّمہ میں چھوڑ آئے تھے۔جب مکہ کے مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے خندہ پیشانی سے مہاجرین کا استقبال کیا، اور خوش آمدید کہا اور پھر ان کی ہر ضرورت کی کفالت مدنی مسلمانوں نے کیا تھا۔انہیں رہنے کو گھر دیا۔ان کے خوردونوش کا انتظام کیا۔ان کی ہر ضرورت پوری فرمائی ،اسی لیے مدنی مسلمانوں کا لقب ’’انصار‘‘ ہوا، یعنی مدد کرنے والے مومنین۔

مکہ سے آنے والے جو مسلمان مفلوک الحال تھے، پریشان حال تھے، مدنی

مسلمانوں نے انہیں اپنا بھائی سمجھا۔ اگر کسی انصاری صحابی کے پاس دو باغ تھے تو ایک باغ مہاجر مسلمان کو دیدیا۔ اگر کسی کے پاس دو مکان تھے تو ایک مکان مہاجر صحابی کو عطا کردیا۔ روایتوں میں یہاں تک آیا ہے کہ اگر کسی انصاری صحابی کی دو بیویاں تھیں، اور آنے والے مہاجر صحابی کے پاس بیوی نہیں تھی تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کے نکاح میں دے دیا۔ یہ دین پر استقامت تھی۔

آج کا مسلمان دین سے غافل ہوتا چلا جارہا ہے۔ مسلمانو! اپنے اندر اخوت ومحبت کا جذبہ پیدا کرو۔ مسلمان آپس میں مل جل کر رہیں، اور آپس میں الفت ومؤدت قائم کریں۔ ایک دوسرے کی ہمدردی کے لیے اپنے دلوں کے دروازوں کو کھول دو۔

مسلمانو! اسلام اور اہل اسلام کی خدمت اور دین پر ثابت قدم رہنا یہ اللہ کے نیک بندوں کا شیوہ رہا ہے۔ ان کی زندگی دین کے لیے وقف تھیں۔ آج ہم نے اپنی زندگی کو دنیا کے لیے وقف کردیا ہے۔ ہم صبح اُٹھتے ہیں تو دنیا کی فکر ہے، رات کو سوتے ہیں تو دنیا کی فکر ہے۔ ہم نے اپنی صبح وشام کو فکر دنیا میں مشغول کر رکھا ہے۔ اسی طرح ہماری زندگی گزرتی جارہی ہے اور ہماری عمر کا ایک ایک دن ختم ہوتا جارہا ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے دین اور اپنی آخرت کی فکر میں مستغرق رہے۔ دنیا بھی کمائیں تو آخرت کی بھلائیوں کے حصول کے لیے کمائیں۔ اپنی کمائی کا ایک حصہ ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کے لیے وقف کردو۔ اس طرح تمہاری دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت کی بھلائیوں کا بھی سامان تیار ہوتا رہے گا۔ حاجت مندوں کی حاجتیں بھی پوری ہوتی رہیں گی، اور مسلمانوں کے درمیان ایک صالح اور تندرست وتوانا معاشرہ تشکیل پاسکے گا۔

تم دنیاوی مال ودولت کا اتنا حصہ اپنے پاس رکھو، جس سے تمہاری ضرورتوں کی

تکمیل ہو سکے، اور پھر اپنی دولت کا ایک حصہ آخرت کے لیے بھی خرچ کرو، لیکن مسلمان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا ہی سب کچھ ہے، حالاں کہ یہ چندروزہ زندگی ہے۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو، جیسے ایک مسافر رہتا ہے، یا راہ گیر ہوتا ہے کہ اسے معلوم رہتا ہے کہ یہ ہماری منزل نہیں، بلکہ ہماری منزل کہیں اور ہے۔ اسی طرح ہم سب کی منزل بھی عالم آخرت ہے۔ دنیا صرف دار العمل ہے۔ کسی کو بھی دنیا میں رہنا نہیں ہے۔ آج یا کل ہر ایک کو یہاں سے سفر کرنا ہے۔ جب ہم اس نظریہ پر قائم ہو جائیں گے تو ہر وقت فکر آخرت ہمارے دل ودماغ میں رچی بسی رہے گی، اور ہمارا قلب آخرت کی تیاریوں کی طرف مائل ہوگا۔

مسلمانو! آج ہم دنیا میں ایسے مشغول ومصروف ہو چکے ہیں کہ دین پر ثابت قدمی کا جذبہ برائے نام رہ گیا اور ہم دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے، حالاں کہ مسلمان کا اصل مطمح نظر اور زاویہ فکر خدمت اسلام ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی طاعت و عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ مسلمان آپسی اخوت ومحبت اور باہمی ہمدردی کے لیے پیدا ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ

(سورہ محمد: آیت ۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(کنز الایمان)

خواجہ غریب نواز کا سفر ہند

آج مسلمان دین کی مدد سے غافل نظر آرہے ہیں، لیکن خواجہ اجمیری کو دیکھو۔ کیسی دین کی خدمت فرمائی کہ سینکڑوں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ہندوستان تشریف لائے۔ اللہ ورسول کے دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے، دین کے فروغ وارتقا کے لیے، اہل ہند کو

دعوت دین دینے کے لیے،لوگوں کوحلقہ بگوش اسلام کرنے کے لیے۔ وہ خلوص نیت کے ساتھ وارد ہند ہوئے تھے،اس کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہوا کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان کے دست حق پرست پر دامن اسلام سے مشرف ہوئے، اور کفر و بت پرستی کی سرزمین کلمہ توحید سے لالہ زار ہوگئی۔

خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے عراق دے دیا جائے تو حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ ہم نے عراق شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو دے ہی دیا ہے۔ تمہیں ہندوستان دیا جاتا ہے۔ ہندوستان چلے جاؤ۔ حکم پاتے ہی آپ ہندوستان کا ارادہ فرمالیتے ہیں۔ ملک ہند کا عزم کرلیتے ہیں۔ مسلمانو! یہ بھی غور کرو کہ ایسے مشکل ماحول میں اور ایسے وقت میں جب کہ سفر کی کوئی سہولت نہیں تھی۔ جب لوگ پیدل چل کر سفر طے کرتے تھے، یا اونٹوں پر سواری کرتے تھے۔ سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت آپ نے طے کی۔ میدانوں، صحراؤں، پہاڑوں اور ندی نالوں سے گزرتے ہوئے ہندوستان پہنچے اور دین کی ایسی خدمت کی کہ اس کے ناقابل فراموش آثار و علامات آج تک ملک ہند میں نظر آتے ہیں۔ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے کہیں اپنی کرامت ظاہر فرمائی۔ کہیں عبادت کے ذریعے دین کی خدمت فرمائی۔ کہیں صبر و استقلال کا مظاہرہ فرمایا اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی۔

الغرض دیکھتے ہی دیکھتے اجمیر مقدس کا ماحول بدل گیا اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوگیا۔ آپ نے انتہائی عزم و استقلال کے ساتھ مذہب اسلام کی اشاعت فرماتے رہے۔ پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح سرکار خواجہ غریب نواز بھی حضور غوث اعظم کی طرح اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے ہیں عاشق رسول ہیں، اور آپ کی ہر سنت پر عمل فرمانے والے ہیں۔ نہ کوئی سنت چھوٹ رہی ہے، نہ ایک وقت کی نماز چھوٹ رہی ہے۔ عبادتیں بھی کررہے ہیں۔ مجاہدے بھی کررہے ہیں اور اللہ ورسول کی یاد میں لگے ہوئے ہیں اور کرامتوں پر کرامتوں کا اظہار بھی ہورہا ہے۔

مسلمانو! یہ کرامت ولایت کے لیے ضروری نہیں ہے، بلکہ ولایت کی سب سے بڑی نشانی دین پر استقامت ہے،لیکن ضرورت کے وقت کرامت کا ظہور بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ کرامت کو دیکھ کر بھی لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں، اور اجمیر میں خواجہ غریب نواز سے ظاہر ہونے والی کرامتوں کو دیکھ کر کثیر تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا ،اور ہندوستان گلشن اسلام بن گیا۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی کرامت سماعت فرمایئے۔

جب حضور خواجہ غریب نواز اجمیر مقدس تشریف لائے ،اور اجمیر کی سرزمین پر آپ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے فروکش ہونا چاہے، وہاں بیٹھنا چاہے تو وہاں راجہ کے اونٹ کی دیکھ بھال کرنے والوں نے کہا کہ یہاں آپ نہیں بیٹھ سکتے۔یہاں راجہ کے اُونٹ بیٹھتے ہیں۔حضور خواجہ غریب نواز نے کہا کہ ٹھیک ہے،اونٹ ہی بیٹھیں گے۔

خواجہ غریب نواز نے یہ فرما کر دوسری جگہ جا کر بیٹھ گئے۔شام کو اونٹ آئے۔ راجہ کے اونٹ وہاں بیٹھ گئے۔اب صبح ہوئی تو اونٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔انہیں اُٹھایا جارہا ہے تو نہیں اُٹھ رہے ہیں۔ہلایا جارہا ہے تو ہل نہیں رہے ہیں۔اب لوگ پریشان ہو گئے۔کسی کو یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ کیا ہو گیا۔لوگ دوڑتے ہوئے راجہ کے پاس گئے کہ راجہ صاحب آج تو ایسا ہو گیا کہ اونٹ نہیں اُٹھ رہے ہیں۔

راجہ نے کہا۔ہوسکتا ہے کہ اسی فقیر کی کرامت ہو۔اُسی کے پاس جاؤ،معافی چاہو، وہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور خواجہ غریب نواز سے معافی کے طلب گار ہوئے۔ جب انہوں نے زیادہ خوشامد کی تو فرمایا کہ جاؤ اُونٹ اُٹھ جائیں گے۔

ایک ولی کی زبان سے بات نکلی،اور پھر اونٹ اٹھ کھڑے ہو گئے۔اب تک اونٹ اپنی جگہ سے ہل نہیں پارہے تھے۔اب سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔خواجہ غریب نواز کی اس کرامت کا شہرہ ہوا،اور بہت سے لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔اس

کرامت کے ذریعہ دین پھیلا ہے، لیکن کرامت ولایت کی نشانی نہیں ہے۔ولایت کی نشانی کیا ہے؟ ولایت کی نشانی دین پر استقامت ہے۔ دین پر ثابت قدمی ہے کہ آدمی مشکل سے مشکل وقت میں بھی، اور سخت سے سخت ماحول میں بھی اسلام کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہے۔

محترم حضرات! حضور خواجہ غریب نواز اونٹوں کی جگہ سے اٹھ کر چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اناساگر تالاب کے پاس قیام پذیر ہو گئے۔وضو غسل اور دیگر ضرورتوں کے لیے اناساگر کا پانی استعمال کرتے تھے۔

رفتہ رفتہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے اور ان علاقوں کے مقامی لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگے تو اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کی جانب سے اناساگر کے پانی پر پابندی لگادی۔ پرتھوی راج کا حکم تھا کہ خواجہ غریب نواز اور ان کے لوگ کو اناساگر تالاب سے پانی مت لینے دو۔خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم وضو کرنے گیا تو اسے وضو کے بغیر واپس کردیا گیا۔جب حضرت خواجہ غریب نواز کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک خادم کو ایک پیالہ عطا فرمایا اور فرمایا:

''جاؤ، اناساگر سے کہو کہ تمہیں خواجہ نے بلایا ہے''۔

وہ خادم گیا اور اناساگر کو دور ہی سے پیالہ دکھاتے ہوئے کہا:

''اے اناساگر! تجھے میرے خواجہ نے بلایا ہے''۔

اتنا کہنا تھا کہ اناساگر کے پانی کا ایک ایک قطرہ اس پیالے میں سما گیا، یہاں تک کہ اجمیر کے دوسرے تالاب اور کنویں بھی خشک ہوگئے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورتوں اور جانوروں کا دودھ بھی سوکھ گیا۔

جب راجہ پتھورا نے یکھا کہ اناساگر کا پانی خواجہ کے قبضے میں چلا گیا اور لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں تو سرکار خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے عاجزی انکساری کرنے

لگا۔راجہ پتھورا کے ساتھ جوگی جے پال بھی تھا۔یہ ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

خواجہ غریب نواز نے جوگی جے پال سے فرمایا کہ ہمارا یہ لوٹا ہے۔اسے اٹھا کر لاؤ۔جوگی جے پال نے پوری کوشش کی ،مگر لوٹا کو ہلا بھی نہیں سکا۔

خواجہ غریب نواز نے جوگی جے پال سے فرمایا کہ یہ تیرا جادو نہیں ،بلکہ یہ لوٹا مردان حق کا ہے۔اجمیر کے پرانے پنڈت جو اب اسلام قبول کر چکے تھے۔ان کا نام شادی دیو تھا۔خواجہ غریب نواز نے شادی دیو کو حکم فرمایا کہ لوٹا لے آ۔وہ آپ کا حکم پا کر لوٹا کے پاس گئے،اور اسے اٹھا لائے۔حضرت خواجہ غریب نواز نے اس لوٹے سے تھوڑا سا پانی انا ساگر تالاب کی طرف اچھال دیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام سوکھے ہوئے تالاب،حوض،کنویں اور چشمے پانی سے بھر گئے۔

محترم حضرات !حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھ کر کفار ومشرکین حیرت زدہ ہو گئے۔جوگی جے پال بھی تعجب میں ڈوب کر کہا کہ آپ نے اپنے آپ کو کس مقام تک پہنچایا ہے؟

خواجہ غریب نواز نے فرمایا کہ پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے،اسے تم ظاہر کرو۔جوگی جے پال نے ایک چمڑا ہوا میں اچھالا اور کود کر اس پر جا بیٹھا۔وہ چمڑا ہوا میں بلند ہونے لگا۔کفار ومشرکین یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔وہ یہ سمجھنے لگے کہ ہمارے جوگی نے خواجہ غریب نواز سے بڑا کارنامہ کر دکھایا ہے۔

یہ دیکھ کر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراقبہ میں گئے اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ جوگی جے پال کہاں تک پہنچا؟عرض کیا گیا کہ وہ بہت اوپر جا چکا ہے اور وہ ایک چڑیا کے برابر نظر آیا۔کچھ دیر کے بعد پھر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے دریافت فرمایا کہ اب وہ کہاں تک پہنچا؟

جواب دیا گیا کہ جوگی جے پال بہت اوپر جا چکا ہے۔وہ نظروں سے پوشیدہ ہو

چکا ہے۔سرکار خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کھڑاؤں کو اشارہ فرمایا۔کھڑاؤں ہوا میں اڑی اور اوپر چلی گئی۔کھڑاؤں اوپر جا کر جوگی جے پال کے سر پر پڑنے لگی۔اس وقت تمام لوگ کھڑاؤں کے سر پر پڑنے کی کھٹا کھٹ کی آواز سن رہے تھے،اور جوگی جے پال منت سماجت کر رہا تھا۔تھوڑی دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ کھڑاؤں جوگی جے پال کو مار مار کر نیچے لا رہی ہے۔جوگی جے پال اب نیچے زمین پر آ چکا تھا۔وہ عاجزی وانکساری کرتا ہوا خواجہ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہوا،اور خواجہ کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔اس کے بعد جوگی جے پال نے بھی مذہب اسلام قبول کر لیا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

محترم حضرات!اس مدت میں بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے۔اسلام قبول کرنے والوں میں جوگی جے پال بھی تھے،جن کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔اسلام قبول کرنے والے ہندوستانیوں نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور!ہم لوگ کب تک یہاں پر مسافروں کی طرح زندگی گزاریں گے۔آپ شہر کے اندر جا کر قیام فرمائیں،تاکہ مخلوق خدا آپ کے قدموں کی برکت سے مستفیض ہو سکے۔آپ کے فیوض وبرکات زیادہ لوگوں تک پہنچے۔

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے اس عرضی کو قبول فرمائی اور اپنے خادم خاص محمد یادگار کو حکم فرمایا کہ شہر میں جا کر ہم سب کے قیام کے لیے کوئی مناسب جگہ کا انتخاب کرو۔خادم خاص شہر گئے اور انہوں نے اس جگہ کا انتخاب کیا،جہاں آج حضور خواجہ غریب نواز کا روضہ مبارکہ ہے۔اس وقت یہ خالی زمین تھی۔یہ زمین شادی دیو کی تھی جو اسلام قبول کر چکے تھے۔خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اناساگر کے پاس سے منتقل ہو کر شہر چلے گئے اور اس منتخب مقام پر عبادت خانہ،لنگر خانہ اور جماعت خانہ کی تعمیر فرمائی۔

شادی دیو دراصل اس علاقے کا سب سے بڑا اپجاری اور پنڈت تھا۔اناساگر

تالاب کے آس پاس سینکڑوں مندر تھے۔انہی میں سے ایک سب سے بڑا مندر تھا۔

یہ مندر راجہ پرتھوی راج اور اس کے خاندان والوں کے لیے خاص تھا۔اس مندر کا سب سے بڑا اپجاری اور مہنت رام دیو تھا۔علاقے کے تمام لوگ رام دیو کی بڑی عزت کرتے تھے اور اس سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔راجہ پرتھوی کا عقیدہ تھا کہ ہماری حکومت اور دولت سب اسی رام دیو کی وجہ سے سلامت اور باقی ہے۔

رام دیو جادوگری کا ماہر تھا اور سفلی قوتوں سے آراستہ تھا۔جب خواجہ غریب نواز کے مخالفین مقابلہ سے عاجز آ گئے تو ان لوگوں نے مہنت رام دیو سے کہا کہ آپ اپنی باطنی قوت کا استعمال کر کے اس اجنبی درویش سے ہم لوگوں کو نجات دلائیے۔

رام دیو نے کہا کہ یہ درویش بہت صاحب کمال ہیں۔ان سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ جادو کی قوت سے ان کو شکست دی جاسکے۔اس کے علاوہ کوئی راستہ ان کو زیر کرنے کا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

پنڈت رام دیو نے چند لوگوں کو جادو سکھایا اور کہا کہ اسی کو بار بار پڑھتے رہو، پھر رام دیو سب کو اپنے ساتھ لے کر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔وہاں پہنچ کر سب لوگ رام دیو کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جادو کا جاپ شروع کر دیا۔

ایک مرید نے حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ رام دیو کی قیادت میں کفار کا قافلہ آیا ہے، وہ لوگ جادو کا جاپ کر رہے ہیں اور ہم لوگوں پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔سرکار خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ان سب کا جادو باطل ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ ہم لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوگا، بلکہ دیو خود ان لوگوں پر حملہ کر دے گا۔حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما کر نماز میں مشغول ہو گئے۔رام دیو اور اس کے ساتھی خواجہ غریب نواز کے قریب آ گئے۔جب ان کی نگاہیں حضرت خواجہ غریب نواز پر پڑتی ہیں تو ان کے قدموں اور زبانوں کی طاقت ختم

ہو گئی۔وہ جہاں تھے، وہیں کھڑے رہ گئے۔

جب حضرت خواجہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا چہرہ مبارک رام دیو اور ان کے ساتھیوں کی طرف کیا۔جب مہنت رام دیو نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا جمال وکمال دیکھا تو سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔وہ زبان سے رام رام کہنا چاہتا تھا، لیکن اس کی زبان سے رحیم رحیم نکلا۔

رام دیو کے سب ساتھی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئے، اور مہنت رام دیو کو سمجھانے لگے۔اپنے ساتھیوں کی باتیں سن کر رام دیو کو غصہ آیا اور اس نے اپنے ساتھیوں پر لکڑیوں اور پتھروں سے حملہ کر دیا۔نتیجہ کے طور پر کچھ لوگ ہلاک ہو گئے، اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہو گئے۔اب تنہا رام دیو وہاں باقی بچا۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے رام دیو کو اپنے خادم کے ذریعہ ایک پیالہ پانی دیا۔رام دیو نے بہت عقیدت کے ساتھ اس پانی کو اپنے ہاتھ میں لے کر پی لیا۔پانی پیتے ہی رام دیو کے دل کی دنیا بدل گئی۔ وہ خواجہ غریب نواز کے قدموں میں گر پڑا۔کلمہ اسلام پڑھ کر داخل اسلام ہو گیا۔خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام شادی دیو رکھا۔آج جہاں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ ہے، وہ زمین شادی دیو کی تھی۔ اپنے عقیدت مندوں کی گزارش پر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ وہاں قیام پذیر ہو گئے تھے، پھر اسی جگہ آپ کا مقبرہ بنایا گیا۔

محترم حضرات: آپ غور کریں کہ خواجہ اجمیری کے لیے کیسا سخت ماحول تھا کہ وہاں کوئی اللہ کا نام لیوا نہیں تھا۔ظاہر ہے کہ جب کوئی اللہ کا نام لیوا نہیں ہے تو آپ کا کوئی دوست بھی نہیں ہوگا، سب آپ کے دشمن ہی دشمن تھے۔آپ ہر طرف سے دشمن کے گھیرے میں تھے، لیکن دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ دین پر ثابت قدم ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں کہ قرآن ارشاد فرما رہا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ

(سورہ حم سجدہ: آیت ۳۰)

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھراس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ (کنزالایمان)

خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دین پر کس طرح قائم رہے۔آپ کو بے شمار اذیتیں پہنچائی گئیں۔ظلم وستم کیا گیا۔مختلف قسم کے ناروا سلوک کیے گئے،لیکن آپ ہر آنے والی مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرر ہے ہیں۔یہی دین پر استقامت ہے۔استقامت علی الدین کا بڑا عظیم رتبہ ہے،اور دین پر استقامت یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

اللہ کے ہر فرمان کو پورا کرنا،اور رسول کی سنتوں پر عمل کرنا یہی سب سے بڑی بات ہے۔ولی سے کرامت ظاہر نہ ہوتواس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ولی نہیں۔ولی کا پابند شرع ہونا ضروری ہے۔

حضرت جنید بغدادی اور اتباع شریعت

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ حضرت جنید بغدادی اپنے عہد کے ایک مشہور عالم بزرگ تھے،اوراس میں شک نہیں آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک تھا۔آپ کا روضہ بغداد مقدس کی سرزمین پر آج بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔دور دراز سے لوگ جاتے ہیں اور وہاں حاضری دیتے ہیں۔بغداد معلیٰ میں حضرت سری سقطی اور جنید بغدادی کا مزار ایک ہی حجرے کے اندر ہے۔ہم لوگوں کو بھی وہاں حاضری نصیب ہوئی ہے۔حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ میں سے ہیں۔آپ نے اپنے عہد میں حضور غوث اعظم کی آمد کی خوش خبری بھی سنائی تھی۔

آپ کی شہرت سن کر ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا،اور دل میں یہ خیال لے کر آیا کہ جب کوئی کرامت دیکھوں گا تو اسلام قبول کرلوں گا،اور آپ کے

دست حق پرست پر بیعت بھی کرلوں گا۔آپ کے حلقہ ارادت سے منسلک ہوجاؤں گا۔
ان خیالات اور افکار ونظریات کے ساتھ وہ خانقاہ جنیدی میں آ کر مقیم ہوگیا۔
وہ کئی دنوں تک خانقاہ میں مستقل رہا، اور کسی کرامت کے ظہور کا انتظار کرتا رہا۔
جب ایک مدت گزر گئی اور کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی تو اس نے سوچا کہ یہاں وقت گزارنا بیکار ہے۔ ایک روز وہ اپنا ساز وسامان باندھ کر چلنے لگا۔

حضرت جنید بغدادی نے یہ ماجرا ملاحظہ فرمایا تو اس کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تم کس مقصد سے حاضر ہوئے تھے، اور پھر واپسی کا سبب کیا ہے؟ تم نے تو کچھ اظہار ہی نہیں کیا؟ اس اجنبی نے عرض کیا کہ حضور میں یہاں اس غرض سے آیا تھا کہ جب آپ کی کوئی کرامت دیکھوں گا تو آپ کے دامن سے وابستہ ہوجاؤں گا اور آپ کا مرید ہوجاؤں گا۔ میں نے بہت انتظار کیا، لیکن آج تک آپ کی کوئی کرامت نہ دیکھ سکا، اس لیے اب اپنا ارمان دل میں لیے واپس جارہا ہوں۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے میری کوئی کرامت تو نہیں دیکھی ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ میرا کوئی قدم خلاف شرع اُٹھا ہے؟ کیا اللہ ورسول کے حکم کے خلاف کوئی قدم اُٹھتے ہوئے تم نے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں، ایسا تو نہیں ہے۔ آپ کا ہر عمل اللہ ورسول کے حکم کے مطابق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی تو سب سے بڑی کرامت ہے کہ آدمی دین پر قائم رہے۔ دین پر ثابت قدم رہے اور اللہ ورسول کے ہر فرمان پر اس کا عمل ہو۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ان بزرگوں کے واقعات سے سبق حاصل کریں۔ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دین پر ثابت قدم رہے تو ان کے قدموں کی برکت ہے کہ آج ہندوستان کے گوشے گوشے میں دین اسلام پھیلا ہوا ہے، اور ان کے چاہنے والے، ان کے شیدائی اور ان کے عقیدت مند ہر سال ان کے مزار اقدس پر حاضر ہو رہے ہیں۔

مسلمانو! اولیائے کرام سے وابستگی بھی ایک اہم سعادت ہے، لیکن اس سعادت کے ساتھ ہمیں ان بزرگوں کی تعلیمات پر بھی عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ہم نعرہ لگاتے ہیں کہ خواجہ کا دامن نہیں چھوڑیں گے، اور دوسری طرف ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھتے تو حقیقت یہ ہے کہ ہم نے خواجہ کا دامن پکڑا ہی نہیں، چھوڑنے کی بات بہت دور کی ہے۔ خواجہ کا دامن پکڑنا ہے تو رب تعالیٰ کی طاعت اختیار کرو، مخلوق خدا کے ساتھ محبت کرو، خوف الٰہی اپنے دل میں پیدا کرو۔ خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول مجھے یاد آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''قبر میں سونے والوں کا حال اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم کھڑے کھڑے ایسے پگھل جاؤ جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔''

مسلمانو! قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ انسان کے اعمال حسنہ کے سبب قبر میں عافیت عطا کی جاتی ہے، اور اگر بندے نے اپنی زندگی رب تعالیٰ کی نافرمانی میں گزاری ہے تو اس کا وبال و عذاب قبر ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ ہمیں ہر وقت آخرت کی فکر کو اپنے پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

اعلیٰ حضرت کی استقامت اور دین پر ثابت قدمی

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ شریعت و سنت کے پابند تھے۔ شریعت کی پابندی کا دوسرا نام تقویٰ ہے۔ آپ کی تقویٰ شعاری کا ایک واقعہ آپ کے مشہور شاگرد اور خلیفہ ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف حیات اعلیٰ حضرت میں تحریر فرمایا کہ:

آخری عمر میں رمضان کے مہینے میں اعلیٰ حضرت قبلہ روزہ رکھنے کے لیے بھوالی تشریف لے جاتے تھے۔ بریلی شریف میں گرمی زیادہ ہوتی تھی، جس کی وجہ سے یہاں روزہ رکھنا مشکل ہوتا تھا، اس لیے کئی سال آپ روزہ رکھنے کے لیے بھوالی تشریف لے گئے تھے۔

رب تعالیٰ کے احکام اور فرائض کی عظمت اعلیٰ حضرت کے قلب میں اتنی زیادہ تھی کہ جو اولیائے کاملین کا مخصوص حصہ ہے۔ مختلف امراض اور کثرت ضعف کے سبب آپ کو اتنی طاقت نہیں ہوتی تھی کہ گرمی کے موسم میں بریلی شریف مسیں رہ کر روزہ رکھ سکیں۔ سخت گرمی کے سبب پیاس کی شدت بڑھ جاتی ہے، جو ضعیفوں اور عمر دراز لوگوں کے لیے ناقابل برداشت ہونے لگتی ہے۔

اس لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے، وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا۔

اسی فتویٰ کی بنا پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنی عمر کے اخیر حصے میں چند سال سے آخر شعبان کو بھوالی تشریف لے جاتے تھے، اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی شریف تشریف لے آیا کرتے، اور نماز عید الفطر بریلی شریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

سنی مسلمانو! تم اعلیٰ حضرت کو اپنا پیشوا اور مقتدا جانتے اور مانتے ہو۔ تمہارے پیشوا کا حال یہ تھا کہ جب بریلی میں روزہ نہ رکھ سکے تو ماہ رمضان کے فرض روزہ کو ادا کرنے کے واسطے اپنا گھر بار چھوڑ کر، اپنے احباب واقارب کو چھوڑ کر قصبہ بھوالی چلے جاتے تھے، اور پورا مہینہ وہیں گزارتے تھے۔

فرض کی اہمیت کس قدر اعلیٰ حضرت کے دل میں تھی۔ ہم تمام سنی مسلمانوں کو بھی اپنے رہنما کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فرائض و واجبات کی ادائیگی کی مکمل کوشش کرنی چاہیے۔ سنت ومستحبات کی بھی پابندی کرنی چاہیے۔

مسلمانو! علمائے اسلام نے شرعی احکام کی بھی تبلیغ فرمائی، اور ان احکام پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ جب مذہب اسلام میں کسی قسم کا فساد برپا کیا گیا تو علمائے اسلام نے کمر کس لی اور میدان میں اتر گئے اور ان جنم لینے والے فتنوں کا سد باب کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ساری زندگی دین وسنیت کے لیے وقف تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا سارا حصہ دین و مذہب کی خدمت کے لیے صرف فرما دیا، اور خدمت دین پر کبھی بھی کسی سے اجرت نہیں لی۔ فی سبیل اللہ اسلامی خدمات انجام دیتے رہے۔

دراصل ان حضرات کی ساری زندگی اسلام کے لیے تھی۔ ہمیشہ مذہب وملت کی خدمت میں لگے رہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسلام وسنیت کی خدمت کے لیے قریباً ایک ہزار کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی خدمات دینیہ قیامت تک یاد رکھی جائے گی۔ ان کی تصانیف وتالیفات مذہب اسلام اور مسلک اہل سنت کو تحفظ فراہم کرتی رہے گی، اور اہل حق ان کتابوں سے روشنی پاتے رہیں گے۔

خواجہ غریب نواز کا وصال

مسلمانو! حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ثابت قدمی کو دیکھو، اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نازل ہونے والی رحمتوں پر نظر کرو۔ جس شب کو آپ کا وصال ہوا۔ اس رات کو آپ اپنے حجرہ شریف میں قیام پذیر تھے، حجرہ اندر سے بند تھا۔ رات کو کس وقت وصال ہوا، کسی کو کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ صبح کو جب دیر ہوگئی اور آپ بیدار نہ ہوئے تو حجرے کا دروازہ توڑا گیا اور دروازہ کھول کر دیکھا گیا تو آپ اللہ کے واصل ہو چکے تھے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو چکے تھے اور آپ کی پیشانی مبارک پر لکھا ہوا تھا:

مَاتَ حَبِیْبُ اللّٰہِ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ

ترجمہ: اللہ کا پیارا اللہ کی محبت میں وفات پا گیا۔

مسلمانو! یہ ہیں خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ جب یہ عالم آخرت کی طرف سفر فرماتے ہیں تو رب تعالیٰ کی جانب سے ان کی قبولیت کی نشانی ان کی پیشانی پر ظاہر کردی جاتی ہے۔ کاش ان بزرگوں کے واقعات سے ہم سبق حاصل کریں اور دین میں استقامت

ثابت قدمی کرنا سیکھ جائیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے حالات بہت جلد بدل سکتے ہیں۔لیکن جب تک اللہ ورسول کے احکامات پر عمل نہیں ہوگا اور حضرت خواجہ اور غوث اعظم اور دوسرے بزرگوں کی زندگیوں کو تم نہیں اپناؤ گے اس وقت تک یقین جانو کہ حالت بدلنے والی نہیں ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

(سورہ رعد: آیت ۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔ (کنزالایمان)

اسی کو ڈاکٹر اقبال نے اپنے ایک شعر میں یوں کہا: ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو خود اپنی حالت بدلنے کا

مسلمانو! اپنے اندر احساس پیدا کرو۔ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اندر دین میں استقامت پیدا فرمائے۔اپنے گھر کے ماحول کو اسلامی ماحول بنائے۔اپنے آپ کو اسلامی کردار میں ڈھالے۔اپنے گھر کے ماحول کو ٹھیک کرے۔گناہ ومعصیت سے دور رہے۔ٹی وی کی لعنت جو گھروں میں گھسی ہوئی ہے، اس کو دور نکال کر پھینکے، اور شراب نوشی اور حرام کاری جو آج عام ہوتی جارہی ہے، اس سے سچے دل سے مسلمان توبہ کرے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں لگ جائے، اور دین پر استقامت کا مظاہرہ کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری حالتوں کو بدل سکتا ہے۔ ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو خیال جس کو خود اپنی حالت کو بدلنے کا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

✶✶✶

پانچویں تقریر

جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔ یآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا:

اللّٰھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارك وسلم

سبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون::وسلام علی المرسلین:: والحمد للہ رب العلمین

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ-ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ-اما بعد!فقد قال اللہ تعالی فی کلامہ القدیم وقرآنہ العظیم - اَعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم::بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الامین الکریم ونحن علیٰ ذٰلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

سب سے پہلے ہم اور آپ اپنے آقا ومولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ادب واحترام ہدیہ درود وسلام پیش کریں:

اللّٰھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وبارك وسلم

آغاز گفتگو سے پہلے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نعت کے چند اشعار پیش کر رہا ہوں۔

نظر ایک چمن سے دو چار ہے نہ چمن چمن پہ نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

وہ بھینی بھینی ہے وہاں مہک کہ بسا ہے عرش سے فرش تک
وہ پیاری پیاری ہے وہاں چمک کہ وہاں کی شب بھی نہار ہے

وہی جلوہ سیر بسیر ہے وہی اصل عالم دیر ہے
وہی بحر ہے وہی لیل ہے وہی پاک ہے وہی دھار ہے

اور اس سے آگے بڑھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ:

یہ صبا سمک وہ کلی چٹک یہ زباں چہک لب جو چھلک
یہ مہک جھلک یہ چمک دمک سب اسی کے دم کی بہار ہے

حضرات! یہ آج کا یہاں کا چوتھا پروگرام ہے۔ اس کے بعد ایک طویل فہرست سامنے ہے، اور حال یہ ہے کہ مولانا نے تقریر شروع کی تو مجھے خیال ہوا تھا کہ یہ کچھ ساتھ دیں گے، اور اس وقت ان کی گفتگو سننے کے لیے مل جائے گا، اس لیے کہ یہ عمر تو ایسی ہوتی ہے کہ ایک دو گھنٹے بھی بول لیں تو اس پر گراں نہیں گزرتا ہے، اور ہم جس عمر میں ہیں، ہماری مثال تو ایک گرتی ہوئی دیوار کی سی ہے۔ مٹی کی کچی دیوار نہ جانے کدھر جائے۔ یہ عمر تقریر سننے کی ہوتی ہے، تقریر کرنے کی نہیں۔

آج تو ہمارا خیال تھا کہ ہمارے پیش امام صاحب جوہر افشانی فرمائیں۔ اس لیے کہ میرا سارا دن آج ایسا گزرا کہ ادھر جاؤ، اُدھر جاؤ، اسی میں سارا دن گزر گیا۔ یہاں بھی حالت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے، لیکن بات وہی ہے کہ کچھ نسبت کا اثر ہوتا ہے۔ ہم کسی بھی حال میں ہوں، کیسی ہی خستہ حالت ہو، لیکن جن بزرگ سے ہمیں نسبت حاصل ہے، ان کا نام اور ان کا یہ شعر جب خیال میں آتا ہے تو اپنی ہمت بن جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ؎

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

یہی ہمت افزائی کرتا ہے، حالاں کہ ان کا ایک اپنا مقام تھا۔ہم اس قابل کہاں ہیں، لیکن یہ بات ہمارے لیے ہمت افزا ہوتی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(سورہ مائدہ: آیت ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(کنز الایمان)

یہ آیت مقدسہ آپ نے بارہا علما کی زبانی سنی ہوگی ،اور مختلف انداز میں، مختلف الفاظ میں آپ نے اس کی تفسیر اور مفاہیم کو بھی سنا ہوگا۔ یہ قرآن مجید کی بڑی پیاری چمکتی دمکتی اور سنہری آیت کریمہ ہے۔اور کیوں نہ ہو کہ یہ رب تبارک وتعالیٰ کا کلام عالی شان ہے۔اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور آیا اور تمام علمائے سلف وخلف اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں نور سے مراد ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے،اور سرکار کی آمد کا تذکرہ ہے۔انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نور فرمایا ہے،اور خود زبان رسالت سے بھی یہ اعلان ہوا۔خود سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد اول ص ۳۸۷)

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے کہ تمہارے پاس نور آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نور سے میرے نور کی تخلیق فرمائی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے بنایا؟ اور کب بنایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو

بنانے والا جانے اور بننے والا جانے۔ تمام علما وصلحا، عقلا اور عرفا، اہل علم اور دانشوران اگر متفق ہو کر بھی تحقیق کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیسے اپنے نور سے اپنے پیارے محبوب کے نور کو بنایا؟ اور کب بنایا؟ تو بھی اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا حقیقی علم رب تعالیٰ کو ہے، اور اس کے بتانے سے اس کے پیارے محبوب کو ہے۔

ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ سرکار نے جو ارشاد فرما دیا، وہ ہمارے سر اور آنکھوں پر ہے۔ (اول ما خلق اللّٰہ نوری) سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس چیز کو بنایا، وہ میرا نور ہے۔

نور نبوی کو رب تعالیٰ نے اپنے نور سے بنایا۔ امام عبدالرزاق صنعانی کی طویل حدیث میں ہے۔ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؟

یَا جَابِرُ! اِنَّ اللّٰہَ قَدْ خَلَقَ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِہٖ

(مواہب لدنیہ جلد اول ص ۷۱)

ترجمہ: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو نور نبوی سے پیدا فرمایا؟

وَمِنْ نُوْرِیْ خُلِقَ کُلُّ شَیْءٍ

(مطالع المسرات ص ۲۶۵)

ترجمہ: تمام مخلوق میرے نور سے پیدا کی گئی۔

تمام مخلوق میں اس زمین کی مخلوق بھی ہے، اور آسمان کی مخلوق بھی ہے۔ شجر وحجر بھی ہیں اور برگ وثمر بھی۔ ہر چیز مخلوق الٰہی ہے، اور کائنات کی ہر چیز سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے بنائی گئی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ع

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

آپ جانتے ہیں کہ نور کی یہ خصوصیت ہے، نور کا یہ خاصہ ہے کہ خود بھی روشن ہوتا ہے، چمک دار ہوتا ہے، اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔ بڑی آسان سی بات ہے کہ یہ

بلب جل رہے ہیں۔ یہ بھی تو نور ہی ہیں، روشنی ہیں، اگرچہ یہ مجازی نور ہے، لیکن یہ مجازی ہوتے ہوئے بھی یہ خود بھی روشن ہے اور سارے ماحول کو روشن کررہا ہے۔ تو ذرا سوچئے کہ ایک مجازی نور کی یہ کیفیت ہے کہ خود بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشن کررہا ہے در و دیوار کو بھی روشن کررہا ہے۔

پھر حقیقی نور کہ جس کی حقیقت میں کوئی شک وشبہہ نہیں، اس حقیقی نور کی روشنی کا عالم کیا ہوگا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں اور نور خود بھی روشن ہوتا ہے، اور دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور ہیں اور ایسے روشن اور ایسے تابناک ہیں کہ اگر اندھیری رات میں کسی طرف نکل جاتے تو دیواریں چمک اٹھتیں، دیواریں روشن ومنور ہو جایا کرتی تھیں۔

دنیاوی نور اور دنیا کی روشنی صرف ظاہر کو روشن کرتی ہے، باطن کو روشن نہیں کر سکتی۔ اس کی روشنی آپ کے جسم کے اوپر ہی پڑ رہی ہے۔ یہ روشنی آپ کا دل روشن نہیں کر سکتی، لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور ہیں کہ ظاہر کو بھی روشن کرتے ہیں اور باطن کو بھی روشن فرما دیتے ہیں۔

وہ بندگان الٰہی جو ابتدائے اسلام میں سرکار کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے، بہت تاریک اندھیروں میں تھے، تاریخ بتاتی ہے کہ کفر وضلالت کی گمراہی اور ایسی تاریکی کہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، لیکن جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان پر پڑا تو ان کا ظاہر بھی روشن ہو گیا اور ان کا باطن بھی جگمگا اُٹھا۔

نور ایمان کی روشنی سے ان کے باطن بھی جگمگا اُٹھے، اور ظاہر بھی روشن ہو گیا۔ حبش کے رہنے والے عام طور سے کالے ہوتے ہیں، لیکن جب دامن کرم سے وابستہ ہو گئے، اور سرکار نے ان کو اپنے دامن میں پناہ دے دی تو ایسے روشن ہوئے کہ ان کا ظاہر بھی روشن ہو گیا اور باطن بھی روشن ہو گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ: ؎

نہ بدر اچھا ہے فلک پر نہ ہلال اچھا ہے
جو چشم بینا ہو تو دونوں سے بلال اچھا ہے

یہ تو ایک حضرت بلال ہیں۔ کتنے بلال ایسے تھے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایسا روشن و تابناک بنا دیا کہ ان کی روشنی اور تابناکی سے سارا عالم جگمگا اُٹھا۔

یہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ یہ دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہوکر ایسے روشن و منور ہوئے کہ حضور اقدس سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اعلان فرمایا:

اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

(مشکوٰۃ المصابیح: باب مناقب قریش و ذکر القبائل)

ترجمہ: میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں۔تم جن کی پیروی کروگے، راہ ہدایت پا جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ ایک دو کو نہیں، بلکہ لاکھوں کو سرکار نے روشن فرمادیا اور آج بھی روشن فرما رہے ہیں۔آج بھی جو روشن نظر آ رہے ہیں، وہ بھی سرکار کی عطا کردہ روشنی سے روشن و منور ہیں اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاں بھی روشنی ہے، وہ سب کچھ سرکار کا ہی صدقہ ہے۔ یہ چاند سورج جو تابناک نظر آ رہے ہیں، وہ بھی میرے آقا کے نور سے منور ہیں۔ رب تعالیٰ نے سب کو نور محمدی سے منور و تابناک بنایا ہے۔جس پر سرکار کی نگاہ کرم پڑتی گئی، وہ نورانیت حاصل کرتا گیا اور روشن و منور ہوتا گیا۔ حضرت صدیق اکبر اگر روشن ہیں تو سرکار ہی کے نور سے روشن ہیں۔ حضرت عمر فاروق روشن ہیں تو سرکار ہی کے نور سے روشن ہیں۔ حضرت عثمان غنی روشن ہیں تو سرکار ہی کے نور سے روشن ہیں۔ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ روشن ہیں تو سرکار ہی کے نور سے روشن ہیں۔

محترم حضرات! ساری کائنات اگر روشن ہے تو سرکار ہی کے نور سے روشن ہے۔ سرکار ہی کے نور کا صدقہ ہے۔ سرکار کا نور کیسا نور تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے خوبصورت تھے۔ کیسا حسین و جمیل آپ کا چہرہ مبارک تھا۔ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا تو کسی نے چاند سے تشبیہ دی، کسی نے سورج سے تشبیہ دی، لیکن یہ صرف سمجھانے کی بات تھی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ چاند اور سورج بھی نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے روشن و منور ہے۔ نور محمدی وہ نور ہے کہ جس سے ساری کائنات روشن ہو رہی ہے۔ ظاہر بھی روشن ہو رہا ہے اور باطن بھی روشن ہو رہا ہے۔ اندازہ کرو کہ وہ کیسا نور ہے۔

میرے آقا و مولیٰ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سراپا نور ہیں۔ آپ سراپا رحمت بھی ہیں۔ کیسے کیسے پیارے نام اور اعلیٰ درجات و مراتب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ آپ سید المرسلین بھی ہیں، خاتم النبیین بھی ہیں، شفیع المذنبین بھی ہیں، انیس الغریبین بھی ہیں، رحمۃ للعٰلمین بھی ہیں، راحت العاشقین بھی ہیں، مراد المشتاقین بھی ہیں، شمس العارفین بھی ہیں، سراج السالکین بھی ہیں، مصباح المقربین بھی ہیں، محب الفقراء والغرباء والمساکین بھی ہیں۔

اللہ کے پیارے رسول ان تمام فضائل و خصائص اور محامد و مناقب سے آراستہ اور مزین ہیں، جو خوبی اور فضیلت اور جو کمال و سربلندی انسان کو عطا ہو سکتی ہے۔ رب تعالیٰ نے ان تمام محاسن و کمالات سے آپ کو سرفراز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(سورہ مائدہ: آیت ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(کنز الایمان)

کہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکار کو نور سے تعبیر فرمایا، نور فرمایا اور کہیں فرمایا (سراجاً منیرا) یعنی روشن چراغ فرمایا۔ چراغ بھی تو روشن ہوتا ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روشن سورج کیوں نہیں فرمایا؟ روشن چراغ کیوں فرمایا؟ چراغ کی روشنی تو مدھم ہوتی ہے۔ کہاں سورج کی روشنی اور کہاں چراغ کی روشنی۔ کوئی کم علم آدمی اگر کسی بڑے عالم سے بات کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ میری گفتگو آپ

کے سامنے ایسی ہی ہے، جیسے سورج کو چراغ دکھانا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کو چراغ فرمایا، سورج نہیں فرمایا۔اس کی بڑی پیاری وجہ علمائے کرام نے بیان کی ہے کہ دیکھئے کہ سورج میں یہ خاصیت نہیں ہے کہ وہ اپنے جیسا کسی کو روشن کر سکے۔ چاند میں بھی یہ خاصیت نہیں ہے کہ وہ اپنے جیسا کسی کو روشن بنا سکے لیکن چراغ میں یہ خصوصیت ہے کہ ایک چراغ ہزاروں چراغ کو اپنی طرح روشن کرسکتا ہے۔ایک چراغ لاکھوں چراغوں کو روشن کرسکتا ہے۔

ایک چراغ جلا لیجئے ،اور ایک چراغ سے دوسرا چراغ، دوسرے سے تیسرا چراغ، تیسرے سے چوتھا چراغ، پانچواں چراغ سب روشن ہوتے چلے جائیں گے۔کتنی پیاری بات ہے اور یہ مثال بالکل صادق آتی ہے۔سرکار چراغ ہیں اور سرکار سے نہ جانے کتنے چراغ روشن ہوگئے۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چراغ مصطفوی سے روشن ہوئے۔بچوں میں سب سے پہلے مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روشن ہوئے، اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روشن ہوئیں۔ ان حضرات کے بعد بھی آج تک کائنات میں روشن ہونے والی ہستیاں اسی نور پاک سے روشن ومنور ہو رہی ہیں۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے روشن چراغ ہیں کہ کتنے ہی ان سے چراغ روشن ہوگئے۔کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام روشن ہوئے۔کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام روشن ہوئے، اور اس کے بعد لاکھوں کروڑوں اربوں اولیائے کرام ،وہ سب روشن ہوتے چلے گئے، اور اسی چراغ سے روشن ہو رہے ہیں۔

اسی چراغ سے روشن ہونے والے محبوب ربانی قطب سبحانی غوث صمدانی حضور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی چراغ سے تو روشن ہیں اور کیسے روشن ہیں کہ آپ کی ایک خادمہ جو بچپن میں آپ کی خدمت کرتی رہی۔ایک عرصے کے

بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ اے عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! بچپن میں تو تمہارا حال یہ تھا کہ تم گھوارے کے جست لگاتے تو سورج بھی چھپ جاتے، کبھی چاند بھی گم ہو جاتے اور اب تمہارا کیا عالم ہے؟

حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ وہ تو میرا بچپن تھا اور اب تو میرا شباب ہے۔ جوانی کا عالم ہے، اس وقت میں چاند اور سورج میں کھو جایا کرتا تھا اور اب تو یہ عالم ہے کہ ایسے ہزاروں چاند اور سورج ہو تو مجھ میں غائب ہو جائیں۔

دیکھو کیسے روشن ہیں پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور غوث اعظم کی زندگی پاک کیسی تابناک اور روشن ہے۔ حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نور نبوی سے روشن و تابناک ہیں اور تمام اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی اسی نور مصطفوی سے روشن و منور ہیں۔

خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کو دیکھو، کیسے روشن و تابناک ہیں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا:

مَاتَ حَبِیْبُ اللہِ فِیْ حُبِّ اللہِ

ترجمہ: اللہ کا پیارا اللہ کی محبت میں وفات پایا۔

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نورانیت کا تذکرہ آپ نے بارہا بیانات میں سنا ہوگا، لیکن غوث پاک کی کچھ ایسی کرامات ہیں کہ سال بہ سال کیا، ہر مہینہ آپ سنیں، جب بھی ان میں ایک تازگی محسوس ہوتی ہے۔ دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔

بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب رمضان میں حاضر خدمت ہوئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ کل ہمارے یہاں روزے کے افطار کے لیے تشریف لائیں۔ آپ نے وعدہ فرمالیا وہ چلے گئے، دوسرے آئے، انہوں نے عرض کیا کہ سرکار کل آپ کو ہمارے یہاں روزہ افطار کرنا ہے۔ آپ نے ان سے بھی ہاں کردی۔ تیسرے آئے، انہوں نے کہا کل ہمارے افطار کی دعوت ہے، آپ نے ان سے بھی عہد کرلیا اور

اس طرح لوگ آتے جاتے رہے، اور ستر مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے یہی عرض کیا کہ کل ہمارے یہاں افطار کرنا ہے۔

پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے سب سے وعدہ بھی کرلیا۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ سب کے یہاں شریک بھی ہوگئے۔ دوسرے دن جب آپ کے مدرسے میں مریدین ومخلصین آنا شروع ہوئے تو کسی نے کہا کہ کل سرکار ہمارے یہاں افطار میں آئے تھے، دوسرے بولے کہ آپ غلط بولتے ہیں، کل تو ہمارے یہاں تھے۔ تیسرے بولے کہ آپ بھی غلط کہتے ہیں، کل تو ہمارے یہاں تھے، چوتھے نے کہا کہ نہیں، کل ہمارے یہاں تھے، پانچویں نے کہا کہ ہمارے یہاں تھے۔

سب اسی طرح کہتے رہے، اور آپس میں اختلاف پیدا ہوگیا اور اب معاملہ حل کیسے ہو تو کسی نے کہا کہ چلو سرکار غوث اعظم کی خدمت میں چلتے ہیں، وہیں اس کا فیصلہ کراتے ہیں۔ سب لوگ پیران پیر سیدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر آئے اور کہنے لگے۔ سرکار کل آپ نے ہمارے یہاں روزہ افطار فرمایا، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ دوسرے نے کہا۔ کل ہمارے یہاں آپ نے افطار فرمایا، آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ آپ نے تمام دعویداروں کی بات کو صحیح قرار دیا۔

کسی نے عرض کیا کہ حضور آپ یہ تو فرمائیں کہ سب جگہ شریک کیسے ہوگئے؟ اس کا زبانی جواب نہیں دیا، بلکہ آپ نے یہ فرمایا کہ باہر ایک درخت ہے، اس کو دیکھو، جا کر درخت پر نگاہ ڈالو۔ جتنے لوگوں نے اس درخت کو جا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ درخت کے ہر پتے پر سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں۔

مسلمانو! غوث اعظم بھی اس نور کی نورانیت سے روشن ومنور ہیں، جس کا ذکر قرآن مقدس میں ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(سورہ مائدہ: آیت ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ (کنزالایمان)

ساری دنیا اسی نور سے روشن ومنور ہے۔ جو اولین ہیں، وہ ان کے نور سے روشن ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب ان کے نور سے روشن ومنور ہوئے۔ سب سرکار کے ہی نور سے نورانیت حاصل کر رہے ہیں۔ جو اولین ہیں وہ بھی انہیں سے روشن ہوئے، اور جو آخرین ہیں، وہ بھی انہیں کے نور سے روشن ہیں، اور قیامت تک ہر کوئی اسی نور سے روشن ومنور ہوگا۔ اولیائے کرام ہوں، یا اقطاب وابدال ہوں، نجباہوں یا نقبا ہوں، سب انہیں کی روشنی سے روشن ہیں۔ آنے والے کیسے معزز ،کیسے محترم ،کیسے منور اور محتشم ہیں کہ کہ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرمار ہا ہے:

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

(سورہ مائدہ: آیت ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(کنز الایمان)

محترم حضرات! ظاہر ہے کہ جب آنے والا کوئی آتا ہے تو اس کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ آپ کے یہاں جلسہ ہے اور آپ کے یہاں جو معزز مہمان آنے والے ہیں تو آپ اس کی حیثیت کے مطابق اس کا اہتمام کریں گے، اور کوئی اس سے بڑا آدمی آئے تو اس کی حیثیت کے مطابق اہتمام کریں گے۔ جب کوئی عظیم شخص آتا ہے تو اس کی حیثیت کا لحاظ کرتے ہوئے اہتمام کیا جاتا ہے، اور یہ آنے والے تو اتنے بڑے اور اتنے عظیم ہیں کہ علامہ عبدالرحمن جامی نے فرمایا: ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا کے بعد اگر کوئی بزرگ اور بڑا ہے تو میرے اور آپ کے آقا و مولیٰ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ یہ آنے والے تو ایسے ہیں کہ یہ نہ آتے تو کوئی نہ آیا ہوتا۔ اور آنے والے اس شان کے مالک ہیں کہ یہ سید المرسلین بھی ہیں، خاتم النبیین بھی ہیں، شفیع المذنبین بھی ہیں۔ انیس الغریبین بھی ہیں، رحمۃ للعلمین بھی ہیں۔ کائنات کے سب سے

عظیم فرد ہیں کہ نہ ماضی میں کوئی ان ہمسر ہوا، نہ قیامت تک کوئی ہوگا۔

محترم حضرات! جب اتنے مرتبے والا آئے گا تو اس کے آنے کا کتنا اہتمام ہوگا۔آپ کے یہاں کوئی آفیسر آتا ہے تو ہر طرف آپ اطلاع بھیجتے ہیں۔اعلان کراتے ہیں۔پوسٹروں میں اخبارات میں اعلان چھپواتے ہیں کہ فلاں صاحب آرہے ہیں،مگر کائنات میں اللہ کے بعد سب سے عظیم المرتبت فرد آرہے ہوں تو پھر ان کی آمد کا اہتمام کتنا زیادہ ہوگا۔

انسان کسی معزز مہمان کی آمد کے وقت اپنی حیثیت کے مطابق اہتمام کرتا ہے۔یہاں تو بھیجنے والا رب تبارک وتعالیٰ ہے،اور آنے والے اس کے پیارے محبوب ہیں تو ان کے لیے کتنا بڑا اہتمام ہوا ہوگا۔

انسانی معاشرہ میں کسی محترم مہمان کی آمد پر اہتمام ہوتا ہے تو زمین پر فرش بچھا دیا جاتا ہے۔شامیانہ لگا دیا جاتا ہے۔قندیلیں روشن کی جاتی ہیں۔کچھ چھوٹے اور کچھ بڑے بلب روشن کردیئے جاتے ہیں۔کچھ جھالر لگا دیئے جاتے ہیں۔جتنا بڑی حیثیت کا آدمی آتا ہے، اتنا ہی بڑا اہتمام ہوتا ہے۔

آیت قرآنیہ میں جس عظیم مہمان کی آمد کا چرچا ہے،وہ رب تعالیٰ کے بعد سب سے عظیم ہیں۔اللہ کے حبیب ہیں۔رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب کی آمد کا ایسا بے مثال اہتمام فرمایا کہ ان کی آمد کے سبب زمین کا فرش بچھایا گیا، آسمان کا شامیانہ تان دیا گیا۔آسمان پر تارے روشن کردیئے گئے۔

سورج ان کی آمد کا پتہ دے رہا ہے۔چاند ان کی آمد کا پتا دے رہا ہے۔ جھلملاتے ستارے ان کی آمد کا پتہ دے رہے ہیں۔آنے والے مہمان اس شان کے مالک ہیں کہ یہ ساری کائنات انہیں کے لیے سجائی گئی ہے۔زمین کا بچھونا انہیں کے لیے بچھایا گیا۔آسمان کا شامیانہ انہیں کے لیے لگایا گیا۔آسمان میں قندیلیں انہیں کے لیے روشن کی گئی ہیں۔یہ بزم ہستی انہیں کے لیے آراستہ کی گئی ہے۔

محترم حضرات! جب کوئی بہت اہم مہمان آتا ہے تو ان کی آمد کا اعلان ہوتا ہے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا بھی خوب اعلان ہوا۔ آپ کی جلوہ گری کے خوب چرچے ہوئے۔ آپ کے ظہور قدسی کا مسلسل اعلان ہوتا رہا۔ حضرت آدم آرہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا اعلان فرمارہے ہیں۔ حضرت ابراہیم آرہے ہیں تو اعلان فرمارہے ہیں۔ حضرت موسیٰ آرہے ہیں تو اعلان فرمارہے ہیں، حضرت یعقوب آرہے ہیں تو اعلان فرمارہے ہیں۔ حضرت یوسف آرہے ہیں تو اعلان فرمارہے ہیں۔

کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا بار بار اعلان ہورہا ہے، اور آپ کی جلوہ گری اس شان سے ہورہی ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ کی تشریف آوری سے پانچ سو برس پہلے تشریف لارہے ہیں اور اعلان فرمارہے ہیں کہ میرے بعد جو آخری نبی تشریف لارہے ہیں، ان کا نام احمد ہوگا۔ نام بھی ظاہر فرما دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا زبردست اہتمام کیا گیا۔

آنے والے نبی آخری نبی بن کر آرہے ہیں۔ آنے والے رسول ایسے نور ہیں کہ ان کے نور سے ساری کائنات روشن ومنور ہوئی ہے۔ وہ ساری کائنات کے دولہا بن کر آرہے ہیں۔

بھائیو! دولہا چاہے کیسا بھی گیا گزرا ہو، جب کوئی دولہا بنتا ہے تو اس کی ایک اپنی شان ہوتی ہے۔ اپنی ایک آن بان ہوتی ہے اور دولہا کی شان یہ ہوتی ہے کہ اب جو دولہا کہے وہ آدمی کرتا ہے۔ لوگ دولہا کی جوتی بھی سیدھی کرتے ہیں دولہا کا کہنا مانتے ہیں لوگ جو ہیں دولہا کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، چاہے کیسا ہی گیا گزرا دولہا کیوں نہ ہو، مگر اس کی عزت ہوتی ہے، اس کا احترام ہوتا ہے۔ لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، سب اس کے صدقے میں کھاتے ہیں۔

اور بارات ایسی ہوتی ہے کہ بارات میں اعلیٰ قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ کچھ اوسط درجے کے بھی ہوتے ہیں اور کچھ نچلے طبقے کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

میرے اور آپ کے اور ساری کائنات کے آقا و مولیٰ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے دولھا بن کر تشریف لائے ہیں۔ میرے جد امجد نے کیا خوب فرمایا ہے:

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دنیا کے ساماں میں
تمہیں دولھا بنا کر بھیجنا تھا بزم امکاں میں
تم آئے روشنی پھیلی ہوا دن کھلی آنکھیں
اندھیرا تھا اندھیرا چھا رہا تھا بزم امکاں میں

معلوم ہوا کہ آنے والا دولھا ہے، اور ایسا دولھا ہے کہ ساری کائنات اس کی بارات ہے۔ اب جو کھا رہا ہے، ان کے صدقے میں کھا رہا ہے۔ جو پی رہا ہے، ان کے صدقے میں پی رہا ہے۔ جو جی رہا ہے، ان کے صدقے میں جی رہا ہے۔ جو چل رہے، سب اس کے پیچھے چل رہے ہیں، جتنے ہیں سب ان کا حکم مان رہے ہیں۔ آپ ایسے دولھا ہیں۔ ایسا دولھا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا دولھا ہوا، اور نہ صبح قیامت تک ایسا دولھا ہو سکتا ہے۔ بارات سجی ہوئی ہے۔ ع

زمیں خواں زمانہ مہماں

یعنی زمین دستر خوان ہے اور سارا زمانہ مہمان ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ زمین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستر خوان ہے، اور زمانہ مہمان ہے۔ ع

صاحب خانہ ہے لقب کس کا تیرا

صاحب خانہ لقب کس کا ہے؟ ہمارے اور آپ کے آقا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے۔ ایسا دولھا آیا کہ اگر یہ دولھا نہ آتا تو کوئی دولھا ہی نہیں بنتا۔ نہ دولھا ہوتا، نہ دولھن ہوتی۔ ساری کائنات کے دولھا بن کر تشریف لائے اور اس دولھا نے نہ جانے کتنے کو دولھا بنا دیا۔

حضرت صدیق اکبر کو دولھا بنایا، حضرت فاروق اعظم کو دولھا بنایا۔ عثمان غنی کو

دولھابنایا۔مولائے کائنات علی مرتضیٰ دولھابن گئے۔ان کے صدقے میں حضرت امام اعظم دولھابن گئے۔پیران پیر دستگیر سیدنا غوث اعظم بغداد کے دولھابن گئے۔خواجہ غریب نواز ہندوستان کے دولھابن گئے۔

معلوم ہوا کہ ہم سب بھی اسی دولھا کے باراتی ہیں۔اولین ہوں یا آخرین ہوں۔پہلے والے ہوں یا موجودہ دور کے لوگ ہوں، یا بعد میں آنے والے قیامت تک کے ہوں،سب انہیں کے باراتی ہیں،اورابھی بارات کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔قیامت تک لوگ آتے رہیں گے سب انہیں کے باراتی ہیں۔انہیں کے خوان کرم سے کھاتے رہیں گے۔انہیں کی بھیک سب کوملتی رہے گی۔انہیں کے نقش قدم پر لوگ چلتے رہے ہیں۔معلوم ہوا کہ ایسا دولھانہ توکبھی ہوا ہے،نہ کبھی ہوگا۔

وہ مرتبہ ہے خدا نے تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کوملا
کھائی قسم کلام مجید نے شہا تیرے شہر وبقا کی قسم

اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لیجئے کہ جب بارات چلی جاتی ہے،دولھا رخصت ہوجاتا ہےتو پھر کیا ہوتا۔دریاں جوبچھائی گئی تھیں،سب اُٹھالی جاتی ہے،اورسب لپیٹ دیا گیا۔شامیانہ کھول دیا گیا، لائٹیں بجھادی گئیں۔

دولھادلھن کی رخصتی کے بعد سجاوٹ سب ختم کردی گئیں،لیکن یہاں عالم یہ ہے کہ زمین کافرش آج بھی بچھا ہوا ہے۔آسمان کاشامیانہ آج بھی تنا ہوا ہے۔سورج اور چاند کی قندیلیں آج بھی روشن ہیں تو معلوم ہوا کہ دولھا ابھی رخصت نہیں ہوا۔بارات رخصت نہیں ہوئی ہے،بارات آج بھی ہے اور جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے گا،یہ بارات موجود رہے گی،اور پھر بارات کے بعد ولیمہ بھی تو ہوتا ہے۔اس بارات کابھی ولیمہ ہوگااور دنیا کی بارات اور ولیمہ میں لوگ بلائے جاتے ہیں۔ہزار دو ہزار، لاکھ دو لاکھ بھی بلا لیتے ہیں،مگر وہ ولیمہ ایسا ولیمہ ہوگا کہ ساری کائنات سمٹ آئے گی۔اولین وآخرین سب جمع ہوجائیں گے،اورالم یہ ہوگا کہ بس ان کی شان محبوبی دکھائی جائے گی۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

مسلمانو! معلوم ہوا کہ ساری کائنات سرکار کے خوان کرم سے کھا رہی ہے۔ اسی دولھا کے ہم سب باراتی ہیں، اور سب اسی ذات گرامی سے روشن ہو رہے ہیں۔ ہم انہیں سے روشنی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برادران اسلام! رب تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا، اور یہ ایک حقیقت ہے۔ بھلا رب تعالیٰ کے کلام میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

(سورہ بقرہ: آیت ۲)

ترجمہ: وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن)، کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں۔

(کنزالایمان)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول حضور سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور فرمایا۔ مفسرین نے بھی فرمایا کہ اس نور سے مراد ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اب مسلمانوں میں ایسا طبقہ بھی پیدا ہو چکا ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرتا ہے۔ آپ کو نور نہیں مانتا۔

محترم حضرات! قرآن مجید کی آیت کریمہ کے علاوہ شروع میں احادیث مقدسہ بھی پیش کی گئی ہیں، جن سے بالکل صاف اور واضح انداز میں یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے رسول نور ہیں۔ حدیث میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا، پھر نور نبوی سے ساری کائنات کی تخلیق ہوئی۔ جب ایسے صریح الفاظ کا لوگ انکار کرنے لگے اور ایسی واضح حقیقتوں کو غلط مفہوم کی طرف

پھیرنے لگےتواب ہمارے لیے یہی راستہ ہے کہ ہم ان سے جدا رہیں۔ ان کی ایسی غلط باتوں کی طرف دھیان نہ دیں۔ یہ لوگ دین میں اپنے نفس کی باتوں کو داخل کرنے لگے، اوراپنے ذاتی خیالات ونظریات کو مذہب کا رنگ دینے والے لوگ ہیں۔

محترم حضرات! جس طرح بعض لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت کاانکارکرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ نبی کواپنی طرح بشر کہنے لگے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار ومشرکین حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرح بشر کہا کرتے تھے۔اب اگر کوئی مسلمان کہلانے والابھی نبی ورسول کواپنی طرح بشر کہےتو درحقیقت یہ ان کافروں ومشرکوں کی پیروی کرنے والاقرار پائے گا۔

نبی اوررسول کے درجات وفضائل توبہت زیادہ ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جوعظمت وشوکت اوررفعت وبلندی عطا فرمائی ،وہ انسانوں کے تصور سے بھی زیادہ ہے۔آپ ذرا صحابہ کرام کے درجات ومراتب کو دیکھیں۔صحابہ کرام کی جماعت انبیاومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعدساری کائنات میں سب سےافضل جماعت ہے۔خواہ کوئی ولی کتنے بھی اونچے مرتبہ پرفائز ہو،وہ کسی صحابی کے برابرنہیں۔خواہ کوئی غوث ہو یا قطب، ابدال ہوں یا اوتاد، نجباہوں یا نقبا۔کوئی ولی کسی صحابی کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔صحابی کا رتبہ اولیائے کرام کی پہنچ سے باہر ہے۔

محترم حضرات! جب صحابی کا رتبہ اتنا عظیم ہے کہ کسی ولی کی پہنچ وہاں تک ممکن نہیں توپھرکوئی عام انسان کسی نبی ورسول کے برابرکیسے ہوسکتا ہے۔تمام مسلمانوں کواللہ تعالیٰ ایسے غلط عقیدہ وفاسد نظریہ سے محفوظ فرمائے (آمین)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم نورمجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا: ع

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

یعنی ساری کائنات میں ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح کوئی

نہیں۔آپ کی نظیر اور آپ کا مماثل کوئی نہیں۔کوئی بشر ہمارے رسول کی طرح نہیں، پھر یہ کہنا کہ رسول ہماری طرح بشر ہے۔یہ ایک حقیقت کو جھٹلانا ہے،اور ایک ایسا دعویٰ ہے، جسے عقل بھی قبول نہیں کرتی۔کوئی انصاف پسند انسان اسے صحیح قرار نہیں دے سکتا۔بھلا نبی اور امتی ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟

مسلمانو! نبی وہ عظیم ہستی ہیں کہ ان کے طفیل کروڑں،اربوں کی مغفرت و بخشش ہوگی۔کل بروز حشر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے سبب نہ جانے کتنے لوگ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش کا پروانہ حاصل کرلیں گے۔ان نجات پانے والوں کی تعداد کا بھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔بے حساب و بے شمار گنہگار امتی کو نبی کی شفاعت کی وجہ سے جہنم سے نجات مل جائے گی۔

اور ہم عام انسانوں کا حال یہ ہے کہ کل بروز حشر ہمارا کیا حال ہوگا۔یہ خود بھی کچھ پتہ نہیں۔ایسی صورت میں یہ کہنا کہ رسول و نبی ہماری طرح بشر ہیں۔یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے۔قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عالم وجاہل برابر نہیں، بلکہ عالم کا رتبہ جاہل سے یقینا بلند ہے۔جب عالم وجاہل ایک دوسرے کے برابر نہیں تو پھر نبی اور امتی کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

برادران اسلام! ہم تمام مسلمانوں کو اسی عقیدہ پر قائم و مستحکم رہنا چاہئے، جو عقیدہ اسلاف کرام کا ہے۔جو عقیدہ صحابہ کرام کا ہے۔جو عقیدہ تابعین کا ہے، جو عقیدہ تبع تابعین کا ہے، جو عقیدہ ائمہ مجتہدین کا ہے۔جو عقیدہ اولیائے کاملین کا ہے۔جو عقیدہ سلف صالحین کا ہے۔اسلاف کرام میں سے کسی نے بھی رسول و نبی کو اپنے جیسا بشر نہیں کہا۔ہمیں بھی اسی عقیدہ پر مستحکم اور قائم رہنا چاہئے۔اسی میں نجات ہے۔ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا اَبَا بَكْرٍ! لَمْ يَعْلَمْنِيْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۲۹)

ترجمہ: اے ابوبکر! مجھے درحقیقت میرے رب تعالیٰ کے علاوہ (کسی) نے پہچانا نہیں۔

سبحان اللہ! ہمارے رسول کا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ کسی کو اس کا علم ہی نہیں۔ کسی کو اس کی صحیح جانکاری بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ کس قدر بلند ہے، یہ وہ معبود جانے، جس نے آپ کو اتنا عظیم رتبہ عطا فرمایا اور وہ محبوب جانے، جن کو رب تعالیٰ نے ایسا بے مثال مرتبہ عطا فرمایا۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے قریبی صحابی اور آپ کے خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات ومراتب کا مکمل علم نہیں تو پھر ہمیں اور آپ کو اس کا صحیح علم کیسے ہو سکتا ہے۔

محترم حضرات! ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ ہماری اور آپ کی کیا حقیقت ہے۔ جب خلیفہ اول صدیق اکبر کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات ومراتب کا پورا علم نہیں تو صحابہ کرام کو بھی کامل علم نہیں، تابعین وتبع تابعین بھی پورے طور پر مطلع نہیں۔ اولیا ومجتہدین کو بھی پوری خبر نہیں۔

فارسی زبان کے ایک شاعر نے عظمت رسول کو بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا: ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ترجمہ: آسمان کے نیچے عرش اعظم سے بھی زیادہ نازک ایک جگہ ہے۔ اس جگہ جنید وبایزید سانس بند کر کے آتے ہیں۔

سبحان اللہ! ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ مبارکہ اتنا عظیم الشان ہے کہ عرش اعظم سے بھی زیادہ ادب واحترام کی یہ جگہ ہے۔ عرش اعظم پر بھی رب تعالیٰ کے جلوے ہیں اور رب کائنات کا سب سے عظیم جلوہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے مظہر ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ؎

محمد مظہر کامل ہیں حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

مسلمانو! کائنات کی وہ عظیم ہستی جو جلوۂ کبریائی کے مظہر ہیں، اور جن کے دربار میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی جیسے عظیم اولیائے کرام اپنی سانس کو بھی بند کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ اگر سانس بھی لیتے ہیں تو ادب کا لحاظ کرتے ہوئے سانس لیتے ہیں۔ ایسے عظیم رسول کو اپنی طرح بشر کہنا یقینا بہت بڑی بے ادبی ہے۔ ہر انسان اپنی حیثیت اور اپنی حقیقت پر غور کر لے، مسئلہ خود ہی سمجھ میں آ جائے گا۔ ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے: ؎

لے سانس بھی آہستہ کوئے نبی ہے
آنکھوں سے بھی چلنا یہاں بے ادبی ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ؎

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا تجھے حمد ہے خدایا

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان اشعار میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جس کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے کہ ایک بار بلبل سدرہ حضرت جبریل امین علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھا۔ آسمان کے ہر ایک گوشے تک میری رسائی ہے، زمین کا ہر ایک حصہ اور ہر ایک چپہ میں نے دیکھا ہے۔ ارباب فضل و کمال سے میں واقف و آشنا ہوں، لیکن مخلوق خداوندی میں کسی کو اتنا عظیم اور اتنی رفعت و بلندی والا نہیں پایا، جو رفعت و منزلت اور عظمت و رفعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

کوئی نبی نہیں میرے سرکار کی طرح
یعنی جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

✷✷✷

منقبت

روئے سبطین نگاہوں میں بسائے ہوئے ہیں
دل کو ہم ان کی محبت سے سجائے ہوئے ہیں

مرحبا دیکھئے آفاق میں چھائے ہوئے ہیں
میرے سبطین جنہیں اپنا بنائے ہوئے ہیں

دیں کی تبلیغ میں خاروں پہ بھی چلتے رہے وہ
اس لئے پھول کی بارش میں نہائے ہوئے ہیں

ہے تصور میں مرے طیبہ و بغداد ونجف
جام ہی ایسا مرے پیر پلائے ہوئے ہیں

خواب میں ہی سہی دیدار کرائیں گے ضرور
ہم تو مرشد سے یہی آس لگائے ہوئے ہیں

غم کا آسیب ڈرائے ہمیں ہمت کیا ہے
نام سبطین کو تعویذ بنائے ہوئے ہیں

خلد میں جانے کی خوش خبری سنا دیجے انہیں
دامن حضرتِ سبطین جو پائے ہوئے ہیں

پھر کرم کیجیے آ جایئے میرے سبطین
اہل کانکیر نگاہوں کو بچھائے ہوئے ہیں

جلوۂ مفتیِ اعظم سے ہمارے سبطین
پورے بھارت کو ہی دیوانہ بنائے ہوئے ہیں

رخ سے چلمن کو ہٹا دیجئے اب تو مرشد
ہم بہت دور سے دیدار کو آئے ہیں

ہم کسے جا کے کہیں فرقت سبطین کا غم
درد اور ٹیس کو سینے میں دبائے ہوئے ہیں

ارضِ کانکیر سے یوں چل کے بریلی آئے
جیسے لگتا ہے رضا خاں کے بلائے ہوئے ہیں

کیا کہوں، جب سے ہوا ہے مرے مرشد کا وصل
اشک آنکھوں میں جگہ اپنی بنائے ہوئے ہیں

کل تو سبطین نے قدموں میں جگہ دی اشرفؔ
آج سلمان مجھے اپنا بنائے ہوئے ہیں

منقبت

ان کی یادوں سے شگفتہ ہیں مری چاہت کے پھول
ہیں مرے سبطینِ ملت گلشنِ راحت کے پھول

حضرتِ سبطین نے سینچا ہے آبِ فیض سے
اس لئے شاداب ہیں اِتنے مری قسمت کے پھول

بیلا جوہی نسترن چمپا چنبیلی و گلاب
کم نہیں ہیں ایسے پھولوں سے مری نسبت کے پھول

حضرتِ سبطین ملت نے رکھا جب سے قدم
دل کے آنگن میں مہک اٹھے کئی رنگت کے پھول

میرے مرشد نے لباس فقر کرکے زیب تن
گلشنِ ہستی میں مہکائے نئے سیرت کے پھول

خوشبوئے فردوس سے لگتے ہیں مجھ کو تر بہ تر
اے مرے سبطین ملت آپ کی تربت کے پھول

حضرتِ حامد ہوں نوری ہوں کہ استاذ زمن
ماشاءاللہ سب رَضا کے ہیں درِ دولت کے پھول

حضرتِ سلمانِ ملت ، حضرتِ عسجد رضا
مسکراتے ہی رہیں گے دونوں کی قربت کے پھول

میں تو روزانہ ہی تقریباً یہ کرتا ہوں دعا
تربتِ سبطین پر کھِلتے رہیں رحمت کے پھول

عرسِ رضوی میں لحد پر پیش کرنے کے لئے
آپ کا اشرفؔ رضا لایا ہے پھر مدحت کے پھول

تضمین برکلام حضور امین شریعت نور اللہ مرقدہ

آرزوؤں کے گلستاں میں بہار آئی ہو
سر پہ سرکار کی رحمت کی گھٹا چھائی ہو
میری قسمت کی فرشتوں میں پذیرائی ہو
آستانہ پہ اگر ناصیہ فرسائی ہو
تب تمنا دلِ سبطین کی برآئی ہو

گردِ طیبہ کا عقیدت سے بناؤ سرمہ
خوب تشہیر کرو خوب دکھاؤ سرمہ
سب سے بہتر ہے یہی سب کو بتاؤ سرمہ
خاک دربار محمد کا لگاؤ سرمہ
قلب میں نور ہو اور آنکھوں میں بینائی ہو

دل کا صحرا بنے گلزار تو میں رقص کروں
ہو تمنا یہ ثمر بار تو میں رقص کروں
سامنے ہوں شہِ ابرار تو میں رقص کروں
حشر میں جب کہ ہو دیدار تو میں رقص کروں
میں تماشا بنوں مخلوق تماشائی ہو

گل تروتازہ کھلے دل کی کلی میں یارب
رہوں سرشار سدا حُبِّ علی میں یارب
کچھ الگ ہو مری پہچان سبھی میں یارب
رشکِ عُشاق بنوں عشقِ نبی میں یارب
وہ ہے یکتا تو مجھے عشق میں یکتائی ہو

سارے عالم میں ہے مشہور سخاوت ان کی
کون ہے جس پہ نہیں ہوتی عنایت ان کی
بخش دینا قسم اللہ ہے فطرت ان کی
عیب پوشئ گنہگار ہے عادت ان کی
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

سنگ اسود کے لیا کرتے ہیں جم کے بوسے
عشق والے نہیں لیتے ہیں صنم کے بوسے
دل میں ہے شوق تو لے ارضِ حرم کے بوسے
ہرقدم فتح و ظفر لیں گے قدم کے بوسے
شرط یہ ہے تمہیں ایمان میں یکتائی ہو

حق ہے اشرفؔ وہی کونین کے مونس ہوں گے
ہاں وہی اشک بھرے نین کے مونس ہوں گے
میرے سرکار ہی دارین کے مونس ہوں
جبکہ مرقدمیں بھی سبطینؔ کے مونس ہونگے
اس کا کیا غم کہ مری قبر میں تنہائی ہو

تضمین برکلام حضور امین شریعت نوراللہ مرقدہ

بہشتِ کرم کی ڈگر ڈھونڈتی ہے
مجھے حسن کی رہگزر ڈھونڈتی ہے
کدھر کا ہوں زائر کدھر ڈھونڈتی ہے
مجھے چشم رضواں ادھر ڈھونڈتی ہے
مدینے کو میری نظر ڈھونڈتی ہے

جبینِ عقیدت جھکاتے ہیں زاہد
عبادت میں مشغول رہتے ہیں عابد
قسم سے چمکتے منارے ہیں شاہد
ترے شہر اقدس کی ہر ایک مسجد
اذاں میں بلالی اثر ڈھونڈتی ہے

میں پرواز کیوں دوں تصور کو جبراً
یہ جاتا ہے خود ہی مدینہ عموماً
کرم جب کریں گے وہ مجھ پر خصوصاً
مری روح طیبہ کو پہونچے گی فوراً
یہ جبریل کے بال وپر ڈھونڈتی ہے

اُمیدوں کا مرکز شہِ دیں کا ہے در
تمنائیں ہوتی ہیں پوری وہیں پر
وہ آقا مرے، میں ہوں ان کا گداگر
میں کیوں ٹھوکریں دربدر کھاؤں جاکر
مری آرزو تیرا در ڈھونڈتی ہے

نہ وہ زور بازو نہ پہلی سی جرأت
کہاں کھو گئی ہے حسینی شجاعت
کرو پیدا نسلوں میں اب عزم و ہمت
مسلمان تجھ میں اب ہندی حکومت
علی کا سا قلب و جگر ڈھونڈتی ہے

شجاعت میں اُن کا نہ ثانی نہ ہمسر
اے اشرفؔ اڑائے وہی بابِ خیبر
اکیلے ہزاروں سے لے لے کے ٹکّر
دمِ جنگ کہتے تھے سبطینؔ حیدر
مری تیغ باطل کا سَر ڈھونڈتی ہے

۞ ۞ ۞

فروغ اہلسنت کیلئے امام اہلسنت کا دس نکاتی پروگرام

(۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں
(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں
(۳) مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں
(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔
(۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔
(۶) حمایت مذہب و رد بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں
(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔
(۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
(۹) جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

JILANI MISSION, MUMBAI
74, Nizam Street, Ground Floor, Parsi Gali, Mumbai - 400003
Contact: 9594978611 / 9766163722